

بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله الذي هدانا لهذا  
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

# سيرة جاتم الألبان

تأليف  
حضرة مولانا محمد رفیع صاحب  
مدرسہ اسلامیہ



الم

مكتبة

البيروت

مكتبة

مكتبة

132

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا

# سیرتِ خاتمِ الانبیاء

یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر نہایت جامع و مستند سوانح عمری

مصنف

مولانا مفتی محمد رفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

بیگم عائشہ باوانی وقف

پوسٹ بکس نمبر ۴۱۷۸ - کراچی ۲

اسلامی جمہوریہ پاکستان

✓ ۲۹۷۶۹۹۲۱  
عش ۲۸۳  
2403B

اشاعت اسلام کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر امید ہے کہ آپ اس کتاب کو خود مطالعہ کرنے کے بعد دوسروں کو بھی مستفید فرمائیں گے یا نزدیک کسی لائبریری میں دیدیں گے تاکہ زیادہ لوگ فائدہ حاصل کر سکیں۔

تاریخ اشاعت  
۱۴۰۰ھ  
۱۴۰۲ھ

۲۵۰۰۰  
۱۰۰۰۰

باہتمام  
اشرف پبلیکیشنز

اشرف منزل ۲۳۷/۵ - گارڈن ایٹ - نزد سبیلہ چوک

کراچی نمبر ۵ - فون: ۷۶۳۸۸۸

طباعت  
محمد بن جک قاسم روڈ کراچی

## فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸	آپ کی اولاد حضرت خدیجہ سے	۱۱	انتساب
۳۰	آپ کی چاروں صاحبزادیاں	۱۲	مقدمہ
	ازواج مطہرات	۱۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ
	تعدد ازواج پر مکمل بحث اور	۱۶	ولادت سے پہلے برکات کا ظہور
	مخالفین کے شبہات کا رد	"	ولادت باسعادت
۳۱	آپ کے بعض اقارب اور خدام		کل دنیا کی تاریخ
	بناء کعبہ کے وقت آپ کو تمام	۱۹	آپ کے والد ماجد کی وفات
۳۳	قریش نے امین تسلیم کر لیا۔	"	رضاعت و طفولیت
۳۳	عطلہ نبوت		آفتابِ نبوت حلیمہ کے گھر میں
"	دنیا میں اشاعت اسلام کی صورت	۲۱	آپ کا سب سے پہلا کام
۳۵	اعلاناً دعوتِ اسلام	۲۳	آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات
۳۶	تمام عرب کی مخالفت	۲۴	عبدالمطلب کی وفات
	تمام عرب کے مقابلہ میں آپ کا	"	سفرِ شام
۳۶	جواب۔		یہود کے ایک بڑے عالم کی پیشین گوئی۔
۳۸	قریش کی ایذا رسانی	"	
"	آپ کا معجزہ	۲۵	دوبارہ سفرِ شام
۳۹	قریش کا آپ کو ہر قسم کی طمع دینا	۲۶	حضرت خدیجہ سے نکاح

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۱	مسجد نبوی کی تعمیر	۵۱	صحابہ کے لیے ہجرت حبشہ کا حکم
۷۳	۱۰ھ میں مشروعیت جہاد		بنجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ
"	اشاعت اسلام کا اصلی سبب		کی معرکتہ الآرا تقریر
۷۴	اسلام تلوار سے نہیں پھیلا	۵۴	طفیل بن عمرو کا اسلام
"	یورپین تہذیب اور جہاد	۵۵	ابوطالب کی وفات
۸۰	غزوات کی تاریخ وار فہرست	۵۶	ہجرت طائف
	اہم غزوات و سرایا اور واقعات	"	معراج
۸۳	متفرقہ	۶۰	معراج پر قریش کی چشم دید شہادتیں
۸۴	۲ھ میں تحویل قبلہ	"	مدینہ طیبہ میں اسلام
۸۵	غزوہ بدر کا سبب	۶۲	سب سے پہلا مدرسہ مدینہ میں
"	صحابہ کی جاں نثاری	۶۴	ہجرت مدینہ
۸۶	غیبی امداد	۶۷	سراقہ کا حیرت خیز واقعہ
۸۷	مسلمانوں کا ایفائے وعدہ		سراقہ کی زبان سے آپ کی نبوت کا
	حضرت عبیدہ کی قابل رشک شہادت	۶۸	اقرار
۸۸	صحابہ کی جاں بازی	۶۹	ام معبد کے گھر میں قیام
۸۹	ابو جہل کی ہلاکت	"	نزول قبائ
"	ایک عظیم الشان معجزہ		حضرت علی کی ہجرت اور قبائ میں آپ
	بدر کے قیدیوں کے ساتھ مسلمانوں کا	۷۰	سے مل جانا۔
۹۰	سبق آموز سلوک۔	"	اسلامی تاریخ کی ابتداء
۹۱	اسلامی مساوات	"	حضور کا مدینہ طیبہ میں داخل ہونا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۳	بیعت رضوان سلاطین دنیا کو دعوتی خطوط	۹۱	حضرت کے داماد ابو العاص کا اسلام لانا
۱۰۴	خالد بن ولید اور عمر بن عاص کا اسلام لانا	۹۲	اسلامی سیاست اور ترقی تعلیم
۱۰۵	۱۰۵، غزوة خیبر	۹۳	آپ کے خلق عظیم کا معجزہ غزوة احدا
"	فتح فک		فوج کی ترغیب اور صحابہ کے رکھوں
"	۱۰۸	۹۵	کا شوق جہاد
۱۰۶	فتح مکہ معظمہ	۹۶	مسلمانوں کی ابتدائی فتح
۱۰۷	فتح مکہ کے بعد قریش کے ساتھ مسلمانوں کا ایک		حضرت کی شہادت کا مشہور ہونا
"	ابوسفیان کا اسلام		حضرت زیاد کی قابل رشک شہادت
۱۱۰	ایک عظیم الشان معجزہ	۹۷	چہرہ انور کا زخمی ہونا
"	غزوة طائف	"	ابوعبیدہ کی جان نثاری
"	غزوة تبوک	"	صحابہ کی بے نظیر جانبازی
۱۱۵	حضرت کا حجۃ الوداع ۱۱۵ھ		چہرہ انور سے خون جاری ہونا اور آپ
۱۱۶	۱۱۶ھ سوریا، ساما اور موضعی فتح		کی رحمت اور دعائے مغفرت
۱۱۷	صدیق اکبر کی امارت	۹۸	۱۱۷ھ سریرہ مندر
۱۱۹	حضرت کے آخری کلمات	۹۹	۱۱۹ھ قریش اور یہود کا اتفاق
۱۲۱	۱۲۱ھ اخلاق اور فضائل آپ کے معجزات	۱۰۰	غزوة احزاب اور خندق
	اسلامی اخلاق اور تہذیب و تمدن کے زین	۱۰۱	مسلمانوں پر فاقہ کی شدت خدائی امداد
	اصول کی چالیس حدیثیں مع ترجمہ یعنی	"	اور کفار پر ہوا کا طوفان
۱۲۵	جوامع الکلم -	"	۱۲۵ھ صلح حدیبیہ

# سیرت خاتم الانبیاء

کے متعلق بزرگانِ دین کی سرائیں

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ایک مکتوب سے اقتباسات  
از اشرف علی عفی عنہ۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا رسالہ مع محبت نامہ پہنچا۔ جواب میں دیر اس بیٹے ہوئی کہ شروع کر کے  
چھوڑنے کو ہی نہ چاہا اور فرصت ہوتی نہیں اس بیٹے جب سب دیکھ لیا اس وقت  
جواب لکھا۔ رسالہ دیکھ کر جس قدر خوشی ہوئی ہے۔ اس کی حد تو کیا بیان کروں۔ بجائے  
حد بیان کرنے کے یہ دعا دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایسی ہی خوشی اس کی جزا سے آپ  
کو دے۔

بجائے تقریظ کے ان واقعات کا ذکر کروں جو رسالہ کے مطالعہ تفصیلہ کے  
وقت پیش آئے، جو بالکل سچے اور سادے ہیں۔ خواہ اسی کو تقریظ سمجھ لیا جائے۔  
(۱) مضامین پڑھنے کے وقت بے تکلف ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر واقعہ میں  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور واقعات کا معائنہ کر رہا  
ہوں۔ اس کا سبب بیان کی بلاغت ہے۔

(۲) جب رسالہ ختم کر چکا ہوں۔ واقعہ کا مرتب نقشہ ایسا مجتمع معلوم ہوتا تھا کہ  
میں خود اس کی کوشش کرتا تو اس درجہ کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔  
(۳) اختصار کے ساتھ جامع اس قدر معلوم ہوتا کہ گویا کوئی واقعہ نظر سے اوجھل

نہیں ہوا۔

(۴) ہر واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شان نظروں میں پھر جاتی ہے



کہ پہلے سے بہت زیادہ حضورؐ کی محبت و عظمت قلب میں بڑھ گئی اور یہ سب کچھ اس تالیف کی برکت سے ہوا۔

(۵) اور بھی بہت سے وجدانی امور ذوقاً مطالعہ سے پیدا ہوئے۔ ہاں ایک بات اور یاد آگئی کہ مؤلف سے محبت بڑھ گئی اور ایسے نظر آنے لگے کہ پہلے سے ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ خصوصاً عبارت کا اندازہ جس سے واقعات اصلی حالت پر جاندار نظر آتے تھے، نہ ایسا پرانا کہ جس کو اس وقت چھوڑنے کی رائے دی جاتی ہے اور نہ ایسا نیا جو حقیقت کو ملتس کر دیتا ہے۔ بہر حال رسالہ ہر پہلو سے محبوب دل کش اور اپنے مؤلف کے کمالات کا آئینہ ہے۔ اس کو ختم کر کے جازم رائے دیتا ہوں کہ اس کے درس سے کسی کو خالی نہ چھوڑا جائے اور میرے مشورے سے جو اس رائے کو قبول کریں گے۔ ان سب سے پہلے میں مؤلف ہذا سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی دس جلدوں کا ویلو میرے نام کر دیں تاکہ میں اپنے خاندان کے بچوں اور عورتوں کو پڑھنے کے لیے دوں۔ میں نے جو کچھ اس (کتاب) کے متعلق لکھا ہے اس میں ایک حرف تکلف سے نہیں لکھا۔ اس سے زائد میرے مذاق کے خلاف ہے۔ اگر پسند ہو شائع کرنے کی اجازت ہے۔ والسلام

از تھانہ بھون ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ

مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن صاحب عثمانی کی رائے

بندہ نے کتاب مستطاب اوجز السیر لخبیر البشر (سیرت خاتم الانبیاء) مؤلفہ مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو من اولہ الی الآخرہ نہایت شوق و محبت سے دیکھا اور اس کے مطالعہ سے محظوظ و مسرور ہوا۔ حق یہ ہے کہ اس موضوع میں یہ کتاب لا جواب ہے اور جامع احوال و اخلاق و مناقب و کمالات نبویہ ہونے کی وجہ سے ذخیرہ



سعادت دنیویہ و اخرویہ ہے اور حاوی فضائل و خصائص خاتم الانبیاء و سید الاصفیاء ہونے کے سبب حرز جان بنانے کے قابل ہے۔ مؤلف نے نہایت فصاحت و بلاغت و ایجاز محمودہ سادگی و بے تکلفی کے ساتھ صحیح حالات و وقائع کو جمع کر دیا ہے اور مطالب عالیہ و مضامین دقیقہ کو مثل تعداد و واج و مشروعیت بہاد وغیرہ کو بدلائل واضحہ عام فہم کر دیا ہے۔ درحقیقت یہ کتاب آئینہ کمالات و عظمت و رحمت و جاہ و جلال حضرت سید انس و الحن صلوات اللہ و سلامہ علیہ ہے۔ جس کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اصناف و مضاعف ہو جاتی ہے۔ پس مشورہ احقر کا یہ ہے کہ اہل اسلام اس کی اشاعت میں پوری کوشش کریں اور کوئی گھر اور کوئی انجمن و مدارس اس سے خالی نہ ہوں۔

ایں آن سعادت لبست کہ حسرت بردہ راں

جو یکتے تخت قیصر و ملک سکندری

حق تعالیٰ اپنے فضل و لطف سے مؤلف سلمہ کو جزائے خیر دارین عطا فرمائے اور

اس کتاب کو مقبول اور بندگان خاص کو اس سے نفع پہنچائے۔

کتبہ الاحقر: عزیز الرحمن الدیوبندی العثماني

مفتی دارالعلوم دیوبند: ۲۷ جمادی الآخر ۱۳۲۲ھ

از مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری صد المدرسین دارالعلوم دیوبند

رسالہ اوجز السیر الخیر البشر (سیرت خاتم الانبیاء) مؤلفہ مولوی محمد شفیع علماء کی

تقریظوں اور تحسینوں کے ساتھ ایک مرتبہ شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ اب مؤلف

ممدوح نے دوسری دفعہ عمدہ اضافہ کے ساتھ طبع کیا ہے۔ جن حضرات کو مختصر سیرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھنی ہو وہ اس کا مطالعہ فرمائیں۔ اختصار کے ساتھ



معتقد علیہ اور مستند نقل بھی انشاء اللہ دستیاب ہو جائے گی۔ تبلیغ کے انجام دینے والے حضرات اور طلبہ مشکوٰۃ شریف بھی اس رسالہ کے محتاج ہیں۔ حق تعالیٰ مولف کو اجر جزیل دے۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد انور عفا اللہ عنہ : مدرس دارالعلوم دیوبند

## مجاہد فی سبیل اللہ مولانا سید حسین احمد مدنی

آپ نے سلہٹ سے ایک مکتوب گرامی کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ کے رسالہ (سیرت خاتم الانبیاء) کے پہلے ہی ایڈیشن کو حرفاً حرفاً دیکھ چکا ہوں اور نہایت موزوں پاکر نصاب میں داخل کر چکا ہوں۔ عنقریب اس کے متعلق ایک جلسہ کمر لائیں منعقد ہوگا اور یہ نصاب انشاء اللہ تمام صوبہ بنگال و آسام کے قومی مدارس کے لیے معمول ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا تقانوی دامت برکاتہم اور دیگر بزرگوں کی تحریرات کے بعد ہم جیسے ناکاروں کا کچھ بھی لکھنا منہ چڑانا اور سخت بے ادبی ہے۔

## از حضرت مولانا سید اصغر حسین "محدث دارالعلوم دیوبند"

مولوی محمد شفیع میرے سامنے کے بچے ہیں مگر ان کا علم و فضل مجھے ان کو مولانا محمد شفیع کہنے پر مجبور کرتا ہے ان کی عربی وارد و تصانیف کی تعداد ایسی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ مجھ جیسے ضعیف پاپر کا ب بڑھوں کو رشک آوے تو سجا ہے دونوں زبانوں میں سلاست زبان اور حسن بیان حق تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے۔ نئی روشنی اور جدید تمدن کے اثر نے جو جا بجا نظر فریب مگر مہلک غار ڈال دیئے ہیں۔ لوگوں کو ان سے بچانے کی فکر کرتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔



اپنی تازہ تالیف پر مجھ سے کچھ لکھنے کی خواہش کرتے ہیں۔ ضرورتِ زمانہ اور اسلامی تعلیم کے لیے یہ کتاب نہایت مناسب اور مفید ہے اختصار تو ہونا ہی چاہیے تھا کیونکہ نام ہی اوجز السیر (یعنی نہایت مختصر سوانح عمری) ہے۔ مگر اس اختصار ہی میں ضروری اور کارآمد باتیں بہت سی آگئی ہیں۔ اس قسم کی سہل اور مختصر تالیفات کے ذریعہ سے اسکول کے طالب علموں اور کاروباری مسلمانوں اور پردہ نشین بیبیوں کے قلوب میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت بھلانے کے لیے سیر صالحہ اور اسوہ حسنہ کی پیروی کا شوق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کو حسن قبول اور فاضل مؤلف کو جزائے حسن اور مزید توفیق عطا فرما کر ان کے علم و عمل میں ترقیات عطا فرمائے۔ آمین۔





# انتساب

مصنفین کا معمول ہے کہ اپنی تصنیفات کسی اپنے  
صاحب اقتدار مرتبی کی خدمت میں تحصیل برکت و  
اظہار عقیدت کے لیے بطور نذر پیش کرتے ہیں، یہ  
ناکارہ خلایق اس تحفہ گدائی اور نواسے بے نوائی  
کو سید الاولین والآخرین فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ  
وسلم کی بارگاہِ جلالت پناہ میں پیش کر کے عرض کرتا ہے  
وجئنا ببضاعة مزجاة فاوف لنا الكيل و  
تصدق علينا ان الله يجزي المتصدقين  
بضاعت نیا وروم ال امید

احوج الناس الى الشفيع الوفيع

محمد شفيع الدين بندي غفر له ولوالديه

۱۳۲۳ھ

❦❦❦❦❦



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ

اما بعد، سرورِ کائنات فخرِ موجودات روحِ دو عالم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ وسلم کی سیرت (سوانح عمری) پڑھنے، پڑھانے کی ضرورت محتاجِ بیان نہیں رہی وجہ ہے کہ امت میں جب سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ آج تک ہر قرن ہر زمانہ کے علماء نے اپنے اپنے انداز اور اپنی اپنی زبانوں میں آپ کی سیرت لکھیں، اور اس غیر منقطع سلسلہ میں خدا ہی جانتا ہے کہ کتنی غیر محصور کتابیں زیر تصنیف آچکی ہیں اور کتنی آنے والی ہیں۔

نہ من برآں گلِ عارض غزل سرایم و بس

کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزاران اند  
مسلمانوں سے بڑھ کر سینکڑوں کی تعداد میں کفار نے آپ کی سیرتیں لکھی ہیں۔ یورپین مؤرخین نے اس میں بڑا حصہ لیا ہے جس میں بیس تیس تو ہمیں معلوم ہیں لیکن ان لوگوں نے عام طور پر واقعات کے بیان میں شدید تعصب سے کام لیا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو ان کے مطالعہ سے اجتناب کرنا چاہیے۔

الغرض بلا خوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں آج تک کسی انسان کی سیرت کا

اتنا اہتمام نہیں کیا گیا۔ ایک یورپین سیرت نگار لکھتا ہے :-

محمد کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جبکہ پانا قابلِ فخر چیز ہے۔

(از سیرت النبی)



اردو زبان میں بھی قدیم و جدید بہت سی سیرتیں موجود ہیں جو اہل ہند کی طرف سے اس فریضہ کو ادا کر چکی ہیں۔ لیکن میری نگاہ عرصہ سے ایسی مختصر سیرت کو ڈھونڈ رہی تھی جس کو ہر کاروباری مسلمان مرد و عورت دو تین مجلسوں میں ختم کر کے اپنا ایمان تازہ کر سکے اور اسوۂ نبویہ کو اپنا رہنما بنا سکے اور جو اسلامی انجمنوں اور مدارس کے ابتدائی نصاب میں درج ہو سکے اور جس میں اختصار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا اجمالی نقشہ اپنے اصلی رنگ میں مکمل طور سے روایت میں احتیاط کو مدنظر رکھ کر پیش کر دیا گیا ہو مگر ایسا کوئی رسالہ اردو زبان میں میری نگاہ سے نہ گذرا، اسی عرصہ میں بعض احباب شملہ نے اپنی اسلامی انجمن کے لئے ایسے رسالہ کی ضرورت محسوس کر کے احقر سے فرمائش کی تو باوجود اپنی کم علمی اور پھر اس کے ساتھ مشاغلِ تعلیم و تعلم کے اس خیال سے قلم اٹھایا کہ جس وقت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں کے نام پیش ہوں، شاید کسی گوشہ میں اس سیرت کا نام بھی آجائے۔ ع۔

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس ست

اس لئے بنامِ خدا اس رسالہ کو شروع کیا اور اموزدیل کا التزام کرتے ہوئے سیرت کی معتبر کتابوں کا لٹ لبا ب اس میں پیش کر دیا۔

(۱) اس کا خاص لحاظ رکھا گیا کہ رسالہ طویل نہ ہو جائے اور اسی وجہ سے ملک عرب کے جغرافیائی حالات اور عجم و عرب کی حالت قبل از اسلام وغیرہ جو سیرت کا جزو سمجھے جاتے ہیں اور ایک حد مفید بھی ہیں ان سے قطع نظر کر کے صرف ان حالات پر اکتفا کرنا پڑا جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے متعلق ہیں اور اسی اختصار کی وجہ سے اس کا نام ”اوجز السیر لخیرو البشر“ بھی رکھا گیا۔

(۲) اختصار کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھا گیا کہ جامعیت ہاتھ سے نہ جائے اور بجز اللہ تقریباً تمام ضروری واقعات اس رسالہ میں لیے گئے ہیں۔

(۳) مسائل جہاد، تعدد ازدواج وغیرہ پر جو مخالفین کے اوامام ہیں ان کے بھی موٹے موٹے ثنائی جوابات درج کیے گئے۔

## رسالہ کا ماخذ

کل معتبر اور مستند کتابیں ہیں جن کے حوالے بھی ہر موقع پر بقید صفحات لکھ دیئے گئے ہیں جن میں سے بعض نام درج ذیل ہیں۔

- (۱) مشکوٰۃ (۲) صحاح ستہ مع شروح (۳) کنز العمال (۴) خصائص کبریٰ للسیوطی
- (۵) مواہب لدنیہ (۶) سیرت مغلطائی (۷) سیرت ابن ہشام، شفاء قاضی عیاض مع شرح خفاجی (۹) سیرت حلبیہ (۱۰) زاد المعاد از علامہ ابن قیم (۱۱) تاریخ ابن عساکر
- (۱۲) سرور المحزون از حضرت شاہ ولی اللہ (۱۳) اوجز السیر از شیخ بن فارس (۱۴) انشراح لطیب مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ وغیرہ وغیرہ۔

خدا تعالیٰ کا ہزاراں ہزار شکر ہے کہ اس نے ناچیز سعی کو قبولیت عطا فرمائی اور سب سے پہلے سیدی و مرشدی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اس کو پسند فرما کر خالقاً و امدادیہ کے نصاب درس میں داخل فرمایا۔ اور اپنے رسالہ تتمات وصیت میں اس کا اعلان فرماتے ہوئے دوسروں کو بھی اس طرف رغبت دلائی۔

چنانچہ صرف تین ماہ میں پنجاب، ہندوستان، بنگال کے سو سے زائد مدارس اور اسلامی انجمنوں کے نصاب میں داخل کر لیا گیا حال میں جناب مہتمم صاحب مدرسہ مظاہر العلوم لہ سے آج سے تقریباً پچاس سال پہلے کا ذکر ہے۔ اب تو خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان پاکستان کے بہت سے مدارس اور سکولوں میں داخل نصاب ہو چکی ہے اور مجموعی طور پر لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ ناشر



سہارنپور نے اطلاع دی ہے کہ ان کی مجلس شوریٰ نے بھی اس کو ابتدائی نصاب میں داخل کر لیا ہے۔ والمحمد للہ اولہ وآخرہ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَّمَ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مطہر تمام دنیا سے زیادہ شریف اور پاک ہے اور یہ وہ بات ہے کہ تمام کفار مکہ اور آپ کے دشمن بھی اس سے انکار نہ کر سکے ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحالت کفر شاہ روم کے سامنے اس کا اقرار کیا۔ حالانکہ وہ اس وقت چاہتے تھے کہ اگر کوئی گنجائش ملے تو آپ پر عیب لگائیں۔

آپ کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے یہ ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرہ بن کعب بن لؤئی بن غالب بن فہر بن لک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

یہاں تک سلسلہ نسب باجماع امت ثابت ہے اور یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام

سے وراثت ابو نعیم میں مرفوعاً روایت ہے۔ جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا کے مشرق و مغرب

میں پھرا مگر بنی ہاشم سے افضل کوئی خاندان نہیں دیکھا۔

تک اختلاف ہے اس لیے اس کو ترک کیا جاتا ہے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب یہ ہے محمد بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب اس سے معلوم ہوا کہ کلاب بن مرہ میں آپ کے والدین کا نسب جمع ہو جاتا ہے۔

## ولادت پہلے آپ کی برکات کا ظہور

جس طرح آفتاب سے پہلے صبح صادق کی عالمگیر روشنی اور پھر شفق سرخ دنیا کو طلوع آفتاب کی بشارت دیتے ہیں۔ اسی طرح جب آفتاب نبوت کا طلوع قریب ہوا تو اطراف عالم میں بہت سے ایسے واقعات ظاہر کئے گئے جو آپ کی تشریف آوری کی خبر دیتے تھے جن کو محدثین و مؤرخین کی اصطلاح میں اسرار صافات کہا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ جب آپ ان کے بطن میں بصورت حمل مستقر ہوئے تو انہیں خواب میں بشارت دی گئی کہ وہ بچہ جو تمہارے حمل میں ہے اس امت کا سردار ہے۔ جب وہ پیدا ہوں تو تم یوں دعا کرنا۔ میں ان کو ایک خدا کی پناہ میں دیتی ہوں ان کا نام محمد رکھنا۔ (سیرت ابن ہشام)

اور فرماتی ہیں کہ آپ کے حمل رہنے کے بعد میں نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصری علاقہ شام کے محلات ان کے سامنے آگئے (ابن ہشام)

اور فرماتی ہیں کہ میں نے کسی عورت کو کوئی حمل نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ سہل اور سبک ہو یعنی ایام حمل میں جو متلی یا سستی وغیرہ عموماً عورتوں کو رہتی ہیں وہ کچھ..... مجھے پیش نہیں آئیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے واقعات رونما ہوئے جن کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں اس



سال ہوئی جس میں اصحابِ فیل نے بیت اللہ پر حملہ کیا اور خداوندِ عالم نے ان کو ابابیل یعنی چند حقیر جانوروں کی ٹکڑیوں کے ذریعہ شکست دی جس کا اجمالی واقعہ قرآن عزیز میں بھی موجود ہے اور درحقیقت واقعہ فیل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی برکات کا مقدمہ تھا، جبٹے ولادت وہ مکان ہے جو بعد میں حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ آیا تھا۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ واقعہ فیل ۲۰ اپریل ۶۱۰ء میں ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ سو اکتھتر سال بعد میں ہوئی۔

امام حدیث ابن عساکر نے دنیا کی مجمل تاریخ اس طرح لکھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار دوسو برس کا فاصلہ ہوا۔ اور حضرت نوح صلیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام تک ایک ہزار ایک سو بیالیس سال کا، اور ابراہیم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام تک پانچ سو پینسٹھ برس کا، اور موسیٰ علیہ السلام سے داؤد علیہ السلام تک پانچ سو بہتر اور داؤد علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک ایک ہزار تین سو پچھتر اور عیسیٰ علیہ السلام سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چھ سو برس کا فاصلہ گذر رہا ہے، اس حساب سے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تک پانچ ہزار بیس سال ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مشہور قول کے مطابق چالیس کم ایک ہزار سال ہوئی ہے اس لئے آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے سے تقریباً چھ ہزار سال بعد یعنی

۱۷ مین کے بادشاہ نے ہتھیوں کی فوج لے کر بیت اللہ پر چڑھائی کی تھی، ان لوگوں کو اصحابِ فیل کہا جاتا ہے۔ سیرت مغلطائی صفحہ ۱۲۵

۱۷ دروس تاریخ اسلامی، صفحہ ۱۲، للخطیاط ۱۲ منہ

۱۷ اس تفصیل کے متعلق اور بھی مختلف اقوال ہیں، لیکن ابن عساکر نے ان کو صحیح فرمایا ہے۔

(صفحہ ۲۱ جلد ۱)

ساتویں ہزار سال میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے۔  
(تاریخ ابن عساکر محمد بن اسحاق، صفحہ ۱۹، ۲۰ جلد ۱)

الغرض جس سال اصحابِ فیل کا حملہ ہوا، اس کے ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ  
روزِ دو شنبہ دنیا کی عمر میں ایک نر لادن ہے کہ آج پیدائشِ عالم کا مقصد، لیل و نہار  
کے انقلاب کی اصلی غرض، آدم اور اولادِ آدم کا فخر، کشتیِ نوح کی حفاظت کا راز، ابراہیم  
کی دعا اور موسیٰ و عیسیٰ کی پیشگوئیوں کا مصداق، یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز عالم ہوتے ہیں۔

ادھر دنیا کے بُت کدہ میں آفتابِ نبوت کا ظہور ہوتا ہے، ادھر ملک فارس  
کے کسری کے محل میں زلزلہ آتا ہے جس سے اسی کے چودہ کنگرے گر جاتے ہیں۔ بحیرہ ساؤ  
(ملک فارس کا ایک دریا) دفعۃً خشک ہو جاتا ہے۔ فارس کے آتشکدہ کی وہ آگ جو  
ایک ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی خود بخود سرد ہو جاتی ہے۔ (سیرۃ مغلطائی صفحہ ۵)  
اور یہ درحقیقت آتش پرستی اور ہرگمراہی کے خاتمہ کا اعلان اور فارس و روم  
کی سلطنتوں کے زوال کی طرف اشارہ ہے۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے بطن سے  
ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔

۱۷ اس پر اتفاق ہے کہ ولادتِ باسعادت ماہ ربیع الاول میں دو شنبہ کے دن ہوئی لیکن تاریخ کی تعیین  
میں چار اقوال مشہور ہیں، دوسری، آٹھویں، دسویں، بارہویں، حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو  
اختیار فرما کر دوسرے اقوال کو مرجوح قرار دیا ہے۔ مگر مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے یہاں تک  
ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کر دیا اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے اور محمود پاشا کی  
مصری نے جونوں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف ہے سند قول ہے اور  
حساب پر لوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس کی بناء پر کی جائے کذا فی التواضع



اور بعض روایات میں ہے کہ آپ زمین پر جلوہ افروز ہوئے تو دونوں ہاتھوں پر سہارے دیئے ہوئے تھے، پھر آپ نے خاک کی مٹھی بھری اور آسمان کی طرف دیکھا۔  
(مواہب لدنیہ)

## آپ کے والد ماجد کی وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے کہ آپ کے والد ماجد عبد اللہ کو ان کے والد عبد المطلب نے حکم کیا کہ مدینہ طیبہ سے کھجوریں لائیں، عبد اللہ آپ کو بصورت حمل چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ اتفاقاً وہیں ان کی وفات ہو گئی اور والد کا سایہ پیدائش سے پہلے ہی سر سے اٹھ گیا۔ (سیرت مغلطائی، صفحہ ۷)

سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ  
زمانہ رضاعت اور زمانہ طفولیت  
وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ نے اور چند

روز کے بعد ابو لہب کی کنیز ثویبہ نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد یہ دولتِ خدا داد حلیمہ سعدیہ کو نصیب ہوئی۔ (مغلطائی)

شرفائے عرب کی عام عادت تھی کہ بچوں کو دودھ پلانے کے لئے گرد و جوار کے دیہات میں بھیج دیتے تھے جس سے بچوں کی جسمانی صحت بھی اچھی ہو جاتی تھی اور وہ خالص عربی بھی سیکھ جاتے تھے اور اسی لئے گاؤں کی عورتیں اکثر شہروں میں شیر خوار بچے لینے کے لئے جایا کرتی تھیں۔

۱۷ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کی ولادت کے بعد ہوا ہے جب کہ آپ کی عمر سات مہینے کی تھی لیکن زاد المعاد میں ابن قیم نے اس قول کو مرجوح قرار دیا ہے۔  
(زاد المعاد صفحہ ۸ جلد ۱)

۱۸ قال الحافظ ابن حجر صحیح ابن حبان والحاکم کذا فی المواہب (نشر الطیب)

حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ میں (طائف) سے بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی۔ اس سال قحط تھا، میری گود میں ایک بچہ تھا مگر فقر و فاقہ کی وجہ سے اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہو سکے۔ رات بھر وہ بھوک سے تڑپتا تھا۔ اور ہم اس کی وجہ سے بیٹھ کر رات گزارتے تھے، ایک اونٹنی بھی ہمارے پاس تھی مگر اس کے بھی دودھ نہ تھا۔

مکہ کے سفر میں جس دراز گوش پر سوار تھی وہ بھی اس قدر لاغر تھا کہ سنب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ ہمراہی بھی اس سے تنگ آ رہے تھے۔ بالآخر مشکل سے یہ سفر طے ہوا۔ مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت دیکھتی تھی اور یہ سنتی کہ آپ یتیم ہیں تو کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ انعام و اکرام کی توقع نہ تھی) ادھر حلیمہ کی قسمت کا ستارہ چمک رہا تھا، ان کے دودھ کی کمی ان کے بیٹے رحمت بن گئی کیونکہ دودھ کم دیکھ کر کسی نے ان کو اپنا بچہ دینا گوارا نہ کیا۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ خالی ہاتھ واپس ہوں۔ خالی سے بہتر ہے کہ اس یتیم کو لے چلوں۔ شوہر نے منظور کیا اور یہ اس در یتیم کو لے آئیں جس سے آمنہ اور حلیمہ کے گھر نہیں بلکہ مشرق و مغرب میں اجالا ہونے والا تھا۔

خدا کا فضل تھا کہ حلیمہ کی قسمت جاگی اور سرور کائنات ان کی گود میں آگئے۔ فرود گاہ پر لا کر دودھ پلانے بیٹھی تو برکات کا ظہور شروع ہو گیا۔ اس قدر دودھ اُترا کہ آپ نے بھی اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر پیا۔ اور آرام سے سو گئے۔ ادھر اونٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے لبریز تھے، میرے شوہر نے اس کا دودھ نکالا اور ہم سب نے سیر ہو کر پیا۔ اور رات بھر آرام سے گزاری، مدتوں بعد یہ پہلی رات تھی کہ ہم اطمینان کے ساتھ نیند بھر کر سوئے۔



اب تو میرا شوہر بھی کہنے لگا کہ حلیمہ تم تو بڑا ہی مبارک بچہ لائی ہو میں نے کہا کہ مجھے بھی یہی توقع ہے کہ یہ نہایت مبارک لڑکا ہے۔ اس کے بعد ہم مکہ سے روانہ ہوئے۔ میں آپ کو گود میں لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی۔

مگر اس مرتبہ خدا کی قدرت کا یہ تماشا دکھتی ہوں کہ اب وہ اتنا تیز چلتا ہے کہ کسی کی سواری اس کی گرد کو نہیں پہنچتی، میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ یہ وہی ہے جس پر تم آئی تھیں؟

الغرض راستہ قطع ہوا، ہم گھر پہنچے، وہاں سخت فحط پڑا ہوا تھا، تمام دودھ کے جانور دودھ سے خالی تھے۔

لیکن میرا گھر میں داخل ہونا تھا، اور میری بکریوں کا دودھ سے بھرنا، اب روز میری بکریاں دودھ سے بھری آتی ہیں اور کسی کو ایک قطرہ بھی نہیں ملتا۔ میری قوم کے لوگوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی اپنے جانور اسی جگہ چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں مگر وہاں تو چراگاہ اور جنگل کی خصوصیت نہ تھی بلکہ کسی اور ہی لعل کی خاطر منظور تھی، اس کو وہ لوگ کہاں سے لاتے۔ چنانچہ ایک ہی جگہ چرنے کے بعد بھی ان کے جانور دودھ سے خالی اور میری بکریاں بھری ہوئی آتی تھیں، اسی طرح ہم برابر آپ کی برکات کا مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ (الصالحات)

آپ کا سب سے پہلا کام | حلیمہ کا بیان ہے کہ جس وقت آپ کا دودھ چھڑایا تو یہ کلمات آپ کی زبان پر جاری ہوئے۔ اللہ

اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا یہ آپ کا سب سے

پہلا کلام تھا۔ (اخرجہ البیہقی عن ابن عباس کذا فی الخصائص ص ۵۵ ج ۱)

آپ کا نشوونما اور سب بچوں سے اچھا تھا کہ دو سال ہی میں اچھے بڑے معلوم

ہونے لگے۔ اب ہم حسبِ قاعدہ آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ کی برکات کی وجہ سے آپ کو چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اتفاقاً اس سال مکہ میں طاعون پھیل رہا تھا۔ ہم و باء کا بہانہ کر کے پھر آپ کو ساتھ واپس لے آئے۔ آپ ہمارے پاس رہے باہر نکلنے اور لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تھے مگر خود علیحدہ رہتے تھے، ایک روز مجھ سے فرمے لگے کہ میرے دوسرے بھائی دن بھر نظر نہیں آتے، وہ کہاں رہتے ہیں میں نے کہا بکریاں چرانے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ان کے ساتھ بھیجا کرو اور اس کے بعد اپنے رضاعی بھائی (عبداللہ) کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ (خصائص ص ۱ ج ۱)

ایک مرتبہ دونوں مواشی میں پھر رہے تھے کہ عبداللہ دوڑتے اور ہانپتے ہوئے گھر پہنچے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قرشی بھائی کو دو سفید کپڑے ولے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کر دیا۔ میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ ہم دونوں گھبراتے ہوئے جنگل کو دوڑے دیکھا کہ آپ بیٹھے ہیں مگر رنگ (خوف سے) متغیر ہے میں نے پوچھا کہ بٹیا کیا بات ہے؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور پیٹ چاک کر کے اس میں سے کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ کو گھر لائے، اس کے بعد میں آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئی۔ وہ آپ کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھا، اور آپ کو اپنے سینہ پر اٹھا لیا، اور چلانا شروع کیا کہ اے آلِ عرب دوڑو، جو بلا تم پر عنقریب پہنچنے والی ہے اس کو دفع کرو۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اس لڑکے کو قتل کرو اور مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کرو اور اگر تم نے اسے

لے بچپن کے زمانہ میں داعیہ مساوات قابلِ دید ہے کہ جب میرا بھائی کام کرتا ہے تو میں کیوں نہ کروں ۱۲ منہ سیرت ابن ہشام، بخاشیہ زوال المعاد ص ۸۰ لغایت ص ۸۹ منہ ۱۲ منہ اسلام سے پہلے کچھ لوگ جنات و شیاطین کے ذریعہ آسمانی خبریں اور چھپی ہوئی باتیں معلوم کر کے غیب دانی کے مدعی ہوتے تھے ان کو کاہن کہا جاتا ہے۔



چھوڑ دیا تو یاد رکھو کہ تمہارے دین کو مٹا دے گا اور ایسے مذہب کی طرف تمہیں دعوت دے گا جو تم نے اب تک کبھی نہیں سنا۔

حلیمہ یہ سن کر بھنبھلا اٹھی اور آپ کو اس بد بخت کے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کہا کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے، تجھے خود اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہیے۔ حلیمہ آپ کو لے کر گھر آگئیں لیکن اس دوسرے واقعہ نے ان کو اس پر آمادہ کر دیا کہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیں۔ کیونکہ کما حقہ تحفظ نہ کر سکتی تھیں۔ (ماخوذ از شواہد النبوة لمولانا الجامی وخصائص کبریٰ ص ۵۵ ج ۱)

جب مکہ پہنچ کر آپ کو آپ کی والدہ شریفیہ کے سپرد کیا تو انہوں نے حلیمہ سے پوچھا کہ باوجود خواہش کر کے واپس لے جانے کے اس قدر جلد واپس لے آنے کی کیا وجہ ہے۔ اصرار کے بعد حلیمہ کو تمام واقعہ عرض کر دینا پڑا۔ انہوں نے سن کر فرمایا بے شک میرے بیٹے کی ایک خاص نشانی ہے اور پھر ایام حمل اور وقت ولادت کے حیرت انگیز واقعات سنائے۔ (ابن ہشام ص ۹)

## آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات

جب آپ کی عمر شریف چار یا پانچ برس کی ہوئی تو مدینہ سے واپس ہوتے ہوئے بمقام ابوالآپ کی والدہ ماجدہ نے بھی دنیا سے رحلت فرمائی (مغلطائی ص ۱۰)

بچپن کا زمانہ چھ سال کی عمر ہے، والد کا سایہ تو پہلے ہی اٹھ چکا ہے۔ والدہ کی آغوش شفقت کا بھی خاتمہ ہوا۔ لیکن یہ یتیم جس آغوشِ رحمت میں پرورش پانے والا ہے، وہ ان اسباب سے بے نیاز ہے۔

عبدالمطلب کی وفات

والدین کے بعد آپ اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس رہے لیکن خدائے قدوس کو دکھلانا تھا

کہ یہ نونہال محض آغوشِ رحمت میں پرورش پانے والا ہے۔ مستبب الاسباب اس کی تربیت کا خود کفیل ہو چکا ہے۔ جب آپ کی عمر آٹھ برس دو مہینہ دس دن کی ہوئی تو عبدالمطلب بھی دنیا سے رحلت فرما گئے۔

## آپ کا سفر شام

اس کے بعد آپ کے حقیقی چچا ابوطالب آپ کے ولی ہوئے ان کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی عمر شریف بارہ برس دو مہینہ کی ہوئی تو ابوطالب نے تجارت کے لئے ملک شام کے سفر کا ارادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر شام کی طرف چلے، راستہ میں مقام تیما میں اقامت فرمائی۔

آپ مقام تیما میں مقیم تھے کہ اتفاقاً یہود کے ایک بڑے عالم جن کو بحیرا راہب کہا جاتا تھا آپ کے پاس سے گزرے۔ آپ کو دیکھ کر ابوطالب سے خطاب کیا کہ یہ لڑکا جو آپ کے ساتھ ہے کون ہے۔ ابوطالب نے کہا۔ میرا بھتیجا ہے۔ بحیرا نے کہا کیا آپ اس پر مہربان ہیں اور اس کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ ابوطالب نے کہا، بیشک یہ سن کر بحیرا نے خدا کی قسم کھائی اور کہا اگر تم اس کو شام لے گئے تو یہود اس کو قتل کر ڈالیں گے کیونکہ یہ خدا کا نبی ہے جو یہود کے دین کو منسوخ کر دے گا، میں اس کی صفات اپنی آسمانی کتاب میں پاتا ہوں۔

آپ کے متعلق یہود کے ایک بڑے عالم کی پیشین گوئی

سے گزرے۔ آپ کو دیکھ کر ابوطالب سے خطاب کیا کہ یہ لڑکا جو آپ کے ساتھ ہے کون ہے۔ ابوطالب نے کہا۔ میرا بھتیجا ہے۔ بحیرا نے کہا کیا آپ اس پر مہربان ہیں اور اس کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ ابوطالب نے کہا، بیشک یہ سن کر بحیرا نے خدا کی قسم کھائی اور کہا اگر تم اس کو شام لے گئے تو یہود اس کو قتل کر ڈالیں گے کیونکہ یہ خدا کا نبی ہے جو یہود کے دین کو منسوخ کر دے گا، میں اس کی صفات اپنی آسمانی کتاب میں پاتا ہوں۔



(فائدہ) بحیرا رہیب چونکہ تورات کا عالم تھا۔ اور تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حلیہ مرکوز تھا، اس لیے اس نے دیکھ کر آپ کو پہچان لیا کہ یہ وہی خاتم الانبیاء ہیں جو تورات کو منسوخ اور احبار یہود کی حکومت کا خاتمہ کریں گے۔ البوطالب کو بحیرا کے کہنے سے خطرہ پیدا ہوا اور آنحضرت کو مکہ معظمہ واپس کر دیا۔ (مغلطائی ص ۱۰)

## دوبارہ سفرِ شام بغرض تجارت

مکہ معظمہ میں خدیجہؓ اس وقت ایک مالدار عورت تھیں اور ساتھ ہی نہایت عقلمند اور تجربہ کار، جن لوگوں کو ہوشیار اور معتبر سمجھتیں، ان کو اپنا مال سپرد کرتی تھیں کہ فلاں جگہ جا کر فروخت کر آؤ۔ اس قدر تم کو بھی دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اگرچہ اس وقت تک ظہور نہ ہوا تھا لیکن آپ کی دیانت و امانت کا تمام مکہ والوں میں بڑا شہرہ تھا اور ہر ایک کو آپ کے برگزیدہ اور پاک اخلاق کا اعتبار تھا۔ آپ امین کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ شہرت اور بزرگی خدیجہ پر پوشیدہ نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے چاہا کہ اپنی تجارت کو آپ کے سپرد کر کے آپ کی دیانت داری سے نفع اٹھائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلا بھیجا کہ اگر ہماری تجارت کا مال شام کو لے جائیں تو ہم اپنا ایک غلام آپ کی خدمت کے لیے ہمراہ کر دیں اور دوسرے لوگوں کو نفع میں سے جو حصہ دیا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ آپ کی خدمت کریں آپ کی ذات مبارک چونکہ بلند ہمت اور وسیع الخیال ہستی واقع ہوئی تھی، فوراً اس

بعید سفر کے لئے تیار ہو گئے اور خدیجہ کے غلام میسرہ کو ساتھ لے کر ارضی الحجہ کو شام کی طرف روانہ ہو گئے وہاں اس مال کو نہایت عقلمندی سے بہت زیادہ نفع کے ساتھ فروخت کر دیا اور شام سے دوسرا مال خرید کر واپس ہوئے مکہ معظمہ میں لاکر خدیجہ کو مال سپرد کر دیا۔ اس کو خدیجہ نے یہاں بیچا تو دو چاند کے قریب نفع ہوا۔

شام کے راستہ میں جب آپ ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے ایک رامب دستور نامی نے آپ کو دیکھا اور نبی آخر الزمان کی جو علامتیں پہلی کتابوں میں لکھی تھیں۔ آپ میں دیکھ کر پہچان گیا۔ رامب میسرہ کو جانتا تھا اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ یہ کون شخص ہیں، اس نے کہا کہ مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں، قریش میں کے ایک شریف نوجوان ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ نبی ہوں گے۔ (از مغلطائی ص ۱۲ والصلحات)

## حضرت خدیجہؓ سے نکاح

حضرت خدیجہؓ ایک عقلمند ہمیدہ عورت تھیں۔ آپ کی شرافت اور محیر العقول اخلاق کو دیکھ کر ان کو ایک سچا اعتقاد اور خالص انس ہو گیا جس سے خدیجہؓ نے خود ارادہ کیا کہ آپ منظور فرماویں تو آپ ہی سے نکاح کر لیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اکیس سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہؓ سے نکاح مقرر ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت چالیس اور بعض روایات کی رو سے پینتالیس سال تھی۔ (مغلطائی)

۱۷ اس وقت عمر شریف کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ۲۱-۲۱-۲۰-۲۶ (سیرت مغلطائی ص ۱۲)

نکاح میں ابو طالب اور بنو ہاشم اور رؤسائے مضر سب جمع ہوئے۔ ابو طالب نے خفیہ نکاح پڑھا، اس خطبہ میں ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو الفاظ کہے ہیں وہ سننے کے قابل ہیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے :-

”یہ محمد بن عبد اللہ ہیں جو اگرچہ مال میں کم ہیں۔ لیکن

شرفیاء اخلاق اور کمالات کی وجہ سے جس شخص کو

آپ کے مقابلہ میں رکھا جائے، آپ اس سے

زیادہ عالی مرتبہ نکلیں گے، کیونکہ مال ایک زائل

ہو جانے والا سایہ اور لوٹنے والی چیز ہے اور یہ محمد

جن کی قرابت کو تم سب جانتے ہو، خدیجہ بنت

خولہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اور ان کا کل مہر معجل

اور موجل میرے مال سے ہے اور خدا کی قسم اس کے

بعد ان کی بڑی عزت اور عظمت ہونے والی ہے“

ابو طالب کے یہ الفاظ آپ کی شان میں اس وقت ہیں جب کہ اکیس سال

کی عمر میں ہیں اور ابھی ظاہری طور سے نبوت بھی عطا نہیں ہوئی پھر اس پر یہ طرہ

کہ ابو طالب اپنے اسی قدیم مذہب پر ہیں جس کو مٹانے کے لیے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی وقف ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ حق بات چھپائی نہیں

جاسکتی۔

الغرض حضرت خدیجہؓ سے آپ کا نکاح ہو گیا، وہ آپ کی خدمت میں چوبیس

سال رہیں۔ کچھ مدت نزول وحی سے پہلے، اور کچھ مدت نزول وحی کے بعد۔



## آپ کی اولاد حضرت خدیجہؓ سے

حضرت خدیجہؓ سے آپ کے دو فرزند اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔  
 فرزند ارجمند قاسمؓ اور طاہرؓ تھے، قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی سے  
 آپ کی کنیت ”ابوالقاسم“ مشہور ہے اور طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق  
 یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبد اللہؓ تھا۔ چار صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ،  
 زینبؓ، رقیہؓ اور اتم کلثومؓ تھیں۔ حضرت زینبؓ آپ کی اولاد میں سب سے  
 بڑی تھیں۔ (رضی اللہ عنہن و عننا جمعین ۵)

یہ سب اولاد حضرت خدیجہ کے لطن سے تھی۔ البتہ آپ کے تیسرے صاحبزادے  
 جن کا نام ابراہیمؓ تھا۔ صرف وہ مار یہ قبیلہ سے تھے۔ آپ کے یہ تینوں فرزند  
 بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ البتہ حضرت قاسمؓ کے متعلق بعض روایات سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ سواری پر سوار ہو جائیں۔

## آپ کی چاروں صاحبزادیاں

حضرت فاطمہؓ باجماع اُمت تمام صاحبزادیوں میں افضل تھیں۔ نبی اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

لذا زاد المعاد میں ہے کہ آپ کا اصلی نام عبد اللہؓ تھا اور طیب و طاہر دونوں آپ کے لقب تھے  
 ۱۵ حافظ ابن قیم نے اس میں مختلف اقوال لکھے ہیں، بعض حضرات زینبؓ کو اور بعض رقیہؓ اور  
 بعض اتم کلثومؓ کو سب سے بڑی کہتے ہیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ مروی ہے کہ رقیہؓ سب  
 سے بڑی تھیں اور اتم کلثومؓ سب سے چھوٹی ۱۲ زاد المعاد ص ۲۵ جلد ۱۔

ان کا نکاح پندرہ برس ساڑھے پانچ ماہ کی عمر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا، چار سو اسی درہم ہر مقرر کیا گیا۔

اس سیدۃ النساء کا بھیز کیا تھا۔ ایک چادر، ایک تکیہ جس میں کھجور کے درخت کا گودا بھرا ہوا تھا، ایک چمڑے کا گدا، ایک بان کی چارپائی، ایک بھیا گل، دو مٹی کے گھرے، دو مشکیزے اور ایک چکی (طبقات ابن سعد وغیرہ) چکی پینا اور گھر کے سب کاروبار خود اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں، دونوں جہان کے سردار کی سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی کا نکاح بھیز اور مہر یہ ہے اور ان کی فقیرانہ زندگی کا نقشہ یہ ہے، کیا اس کو دیکھ کر بھی وہ عورتیں نہ شرمائیں گی جو بیاہ شادی کی رسموں میں دین و دنیا کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ اس میں خداوند تعالیٰ کی کوئی بڑی حکمت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسری اولاد زندہ نہ رہی۔ صرف دخترِ اولاد سے آپ کی نسل دنیا میں پھیلی لیکن بیٹیوں میں بھی صرف فاطمہؑ کی اولاد باقی رہی ہے، دوسری صاحبزادیوں میں بعض کے اولاد ہی نہیں ہوئی۔ بعض کی زندہ نہ رہی۔

حضرت زینبؑ کا نکاح ابوالعاص ابن الزبیر سے ہوا۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو کھوڑی عمر میں انتقال کر گیا اور ایک لڑکی (امامہ) پیدا ہوئیں جن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہؑ کے بعد نکاح کیا، لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت رقیہؑ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ہجرت حبشہ میں آپ کے ساتھ رہیں۔ ۲۲ھ میں غزوہ بدر سے واپسی کے وقت لا اولاد دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

ان کے بعد ۳۳ھ ان کی دوسری بہن اتم کلثوم کا نکاح بھی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی سے کر دیا اور اسی وجہ سے حضرت عثمان کا لقب زوی النورین ہوا۔ ۹۰ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کوئی تیسری لڑکی او ہوتی تو اس کو بھی اس کے نکاح میں دے دیتا۔

(سیرت مغلطائی ص ۱۶، ۱۷)

عورتیں یاد رکھیں، سیرت کی معتبر روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ سے ناراض ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرنے آئیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ عورت اپنے خاوند کی شکایت کیا کرے، جاؤ اپنے گھر بیٹھو۔

یہ ہے لڑکیوں کی وہ تعلیم جس سے ان کی حیات دنیا و آخرت دونوں درست ہو سکتی ہیں۔ (اوجز السیر لابن کفارس)

## باقی ازواجِ مطہرات

حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی حیات میں کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا، ہجرت سے تین سال پہلے جب ان کی وفات ہو گئی اور آپ کی عمر ۴۹ برس میں پہنچی تو اور خواتین بھی آپ کے نکاح میں آئیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: سودہ بنت زمعہؓ، عائشہؓ، حفصہؓ، زینبؓ بنت خزیمہ، ام سلمہؓ، زینب بنت جحشؓ، جویریہؓ، ام حبیبہؓ، صفیہؓ، میمونہؓ، یہ گیارہ ہیں جن میں دو سال منہ وفات پا گئیں اور نو آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں اور یہ باجماع امت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



کی خصوصیت تھی۔ امت کے لیے چار سے زائد عورتیں ایک وقت میں بصورت نکاح جمع کرنا جائز نہیں اور اس خصوصیت کی بعض وجوہ آگے آتی ہیں۔

**حضرت سودہؓ** پہلے سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

**حضرت عائشہ صدیقہؓ** جو ابو بکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں۔ چھ برس کی عمر میں تھیں جب آپ سے ان کا نکاح

ہوا اور ہجرت کے سال نو برس کی عمر میں رخصت ہوئیں اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر صرف ۸ سال کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نو سالہ مصاحبت سے آپ پر کیا رنگ چڑھا اور کیا حاصل ہوا۔ اس کا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں جب کسی مسئلہ میں شک ہوتا تھا تو عائشہ صدیقہ کے پاس اس کا علم پاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اجلہ صحابہ آپ کے شاگرد ہیں۔

**حضرت حفصہؓ** حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں۔ پہلے انیس بن حذافہ کے نکاح میں تھیں، ان کے بعد ہجرت سے دوسرے

یا تیسرے برس آپ سے نکاح ہوا۔ (مغلطائی ص ۲۸)

**حضرت زینب بنت نحریمہؓ** ام الساکین کے نام سے معروف ہیں، پہلے طفیل بن حارث

کے نکاح میں تھیں، اس نے طلاق دے دی، پھر اس کے بھائی عبیدہ سے نکاح ہو گیا۔ جب یہ بھی غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تو ۳۰ھ میں غزوہ

احد سے ایک ماہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔  
(سیرت مغلطائی ص ۴۵) اور صرف دو ماہ نکاح میں رہ کر وفات پا گئیں۔  
(نشر الطیب)

**حضرت اُمّ حبیبہ رضی** ابوسفیان کی بیٹی ہیں، پہلے عبداللہ بن جحش کے  
نکاح میں تھیں، ان سے اولاد بھی ہوئی، یہ دونوں

مسلمان ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے، وہاں پہنچ کر عبداللہ بن جحش  
نصرانی ہو گیا اور حبیبہ اپنے ایمان پر قائم رہیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے نجاشی شاہ حبشہ کو خط لکھا کہ اُمّ حبیبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کی طرف سے پیغام نکاح دیں، چنانچہ نجاشی نے پیغام دیا اور خود ہی  
نکاح کا کفیل ہوا اور چار سو دینار مہر میں خود ہی ادا کر دیئے۔

**حضرت اُمّ سلمہ رضی** حضرت اُمّ سلمہ کا نام ہندہ ہے، پہلے ابوسلمہ کے  
نکاح میں تھیں جن سے اولاد بھی ہوئی۔ حمادی الثانیہ

۳۴ میں اور بعض روایات کے مطابق ۳۳ میں آپ کے نکاح میں  
آئیں۔ (سیرت مغلطائی ص ۵۵) کہا جاتا ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ نے تمام ازواج  
مطہرات کے بعد انتقال فرمایا۔

**حضرت زینب بنت جحش** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی  
بیٹی ہیں، آپ نے ان کا نکاح زید

بن حارثہ سے کرنا چاہا تھا جن کو آپ نے آزاد کر کے اپنا متبنی بنا رکھا تھا، مگر  
چونکہ حضرت زید پر غلامی کا نام آچکا تھا، اس لیے زینب اس عقد کو پسند نہ  
کرتی تھیں مگر بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعمیل ارشاد کے لیے راضی  
ہو گئیں، ایک سال کے قریب زید کے نکاح میں رہیں، مگر چونکہ طبعی موافقت

پاک نہیں

ایہ روایات خاتم النبیین

نہ تھی۔ ہمیشہ شکر رنجی رہا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ زید نے حصہ حاضر ہو کر طلاق کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے ان کو سمجھا کر طے لیکن پھر جب کسی طرح موافقت نہ ہوئی جب وہ آزاد نے ان کی تسلی اور دل جوئی کے لیے ان سے نکاح کرنا چاہا۔ بین اس وقت عرب کے خیال میں متبنی کو اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا اس لیے عام لوگوں کے خیال سے آپ اس نکاح سے رکتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا، لیکن چونکہ یہ جاہلیت کی رسم تھی جس کا مٹانا اسلام کا فرض تھا، اس لیے آیت نازل ہوئی کہ آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ ڈرنا اللہ سے چاہیے۔ (سورہ احزاب) غرض کہ میں اور بعض روایات کے موافق ۳۰ یا ۳۵ میں خداوند عالم کے حکم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان سے نکاح کر لیا۔ (تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ لے پاک یعنی متبنی اصلی بیٹے کا حکم نہیں رکھتا۔ اس کی بیوی بعد قطع تعلق کے حرام نہیں ہوتی، اور جن لوگوں نے خدا کے اس حلال کو عقیدتاً یا عملاً حرام کر رکھا ہے وہ آئندہ اس غلطی سے نکل جائیں اور جاہلیت کی یہ رسم ٹوٹ جائے لیکن اس دیرینہ رسم کا ٹوٹنا جب ہی ممکن تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود عملاً اس کا نفاذ کریں۔

حضرت زینبؓ کے اس نکاح کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے نہایت صحیح روایات حدیث سے لکھا ہے جن کو صحیح بخاری کی شرح میں حافظ حدیث علامہ ابن حجر نے نقل کیا ہے۔ (دیکھو فتح الباری، تفسیر سورہ احزاب) اس کے علاوہ جو لغور روایات مشہور کی گئی ہیں وہ سب منافقین اور کفار کی گھڑی ہوئی ہیں جن کو بعض مسلمان مؤرخین نے بھی بلا تنقید نقل کر دیا ہے۔



غرض اسلام سے پہلے کثرت ازدواج ایک غیر محدود صورت سے رائج تھی، جہاں تک مذہب و ممالک کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کسی مذہب اور کسی قانون نے اس پر کوئی حد نہ لگائی تھی، نہ یہود نے، نہ نصاریٰ نے، نہ ہندوؤں نے، نہ آریوں نے، نہ پارسیوں نے۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی یہ رسم اسی طرح بغیر تحدید جاری رہی بعض صحابہؓ کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں تھیں، حضرت خدیجہؓ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں بھی خاص خاص اسلامی ضرورتوں کی بناء پر دس ازدواج تک جمع ہو گئیں۔

پھر جب اس کثرت ازدواج سے عورتوں کی حق تلفی ہونے لگی، لوگ اول تو حرص میں بہت سے نکاح کر لیتے تھے مگر پھر ان سب کے حقوق ادا نہ کر سکتے تھے۔ قرآن عزیز کا ابدی قانون جو دنیا سے ظلم و جور کو مٹانے کے لیے ہی نازل ہوا ہے۔ اس نے فطری ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے تعدد ازدواج کو بالکل منع تو نہ کیا لیکن اس کی خرابیوں کی اصلاح ایک تحدید کے ذریعہ سے کر دی، اور یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا کہ اب صرف چار عورتوں تک نکاح کر سکتے ہو اور وہ بھی اس شرط پر کہ تم چاروں کے حقوق برابر ادا کر سکو، اور اگر اتنی ہمت نہ ہو تو پھر ایک سے زیادہ رکھنا ظلم ہے۔

۱۱ منوجی جو ہندوؤں اور آریوں میں مسلم بزرگ اور پیشوا مانے جاتے ہیں، دھرم شاستر میں لکھتے ہیں کہ اگر ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں اور ایک ان میں سے صاحب اولاد ہو تو باقی بھی صاحب اولاد ہی کہلاتی ہیں (منوادھیائے ۹-۱۸۲) از رسالہ ازدواج امرتسر (شری کرشن جی جو ہندوؤں میں بڑے واجب التعظیم اوتار مانے جاتے ہیں ان کی سینکڑوں بیبیاں تھیں۔

اس ارشاد کے بعد باجماع امت چار سے زائد بیبیوں کا نکاح میں جمع رکھنا حرام ہو گیا، جن صحابہ کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا، انہوں نے چار کو رکھ کر باقی کو طلاق دے دی۔ حدیث میں ہے کہ حضرت غیلان مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ چار رکھ کر باقی کو طلاق دے دیں۔ اسی طرح نوفل بن معاویہؓ اسلام لائے تو ان کے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں۔ آپ نے ایک کو طلاق دینے کا حکم فرمایا۔ (تفسیر کبیر، ص ۱۳۷ ج ۳)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اس عام قانون کی رو سے چار سے زائد نہ رہنی چاہیے تھیں۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ اقہات المؤمنین دوسری عورتوں کی طرح نہیں، خود قرآن عزیز کا ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتُمْ كَاَحَدٍ مِّنَ النَّسَاءِ

اے نبی کی عورتو، تم نہیں ہو جیسی ہر کوئی عورتیں!

وہ تمام امت کی مائیں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ اب اگر عام قانون کے ماتحت چار کے سوا باقی ازواج مطہرات کو طلاق دے کر ان کو علیحدہ کر دیا جاتا تو ان پر کتنا ظلم ہوتا کہ اب وہ عمر بھر کے لیے معطل ہو جاتیں اور رحمت للعالمین کی چند روزہ صحبت ان کے لیے عذاب بن جاتی کہ ادھر تو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت چھوٹی ہے اور ادھر ان کے لیے اس کی بھی اجازت نہیں ملتی کہ کسی اور جگہ اپنا غم غلط کر سکیں۔

اس لیے کسی طرح مناسب نہیں تھا کہ ازواج مطہرات اس عام قانون

کے ماتحت آئیں خصوصاً وہ خواتین جن کا نکاح اس لیے عمل میں آیا تھا کہ ان کے خاوند جہاد میں شہید ہو گئے اور وہ بے سر و سامان رہ گئیں۔ آپ نے ان کی دلداری کے لیے ان سے نکاح کر لیا۔ اب اگر ان کو طلاق دی جاتی تو ان پر کیا گذرتی، یہ اچھی دلداری ہوتی کہ وہ اب تمام عمر نکاح سے محروم ہو گئیں۔

اس لیے حکم خداوندی چار سے زائد بیویوں کا رکھنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ٹھہری، نیز آپ کی خانگی زندگی کے حالات جو امت کے لیے تمام دین و دنیا کے معاملات میں دستور العمل ہیں ہم تک صرف ازواج مطہرات ہی کے ذریعے سے پہنچ سکتے ہیں اور یہ ایک ایسا مقصد ہے کہ اس کے لیے نو خواتین بھی کم ہیں، ان حالات پر نظر کرتے ہوئے کیا کوئی انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ خصوصیت معاذ اللہ کسی نفسانی خواہش پر مبنی تھی۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت سارا عرب و عجم مخالفت کے لیے کھڑا ہوا، قتل کے منصوبے گانٹھے، طرح طرح کے عیب لگائے، بہتان باندھے (پناہ خدا) مجنون کہا، کذاب بتلایا، غرض اس آفتابِ عالم تاب پر خاک ڈالنے کے لیے اڑی چوٹی کا زور لگا کر خود خاک آلود ہوئے۔ یہ سب کیا۔ لیکن کسی کافر نے خواہشاتِ نفسانی اور عورتوں کے معاملہ میں بھی کسی وقت آپ پر کوئی الزام لگایا! نہیں اور ہرگز نہیں! یہاں افتراء کے بھی پاؤں نہ ہوئے ورنہ کسی نیک نام کو بدنام کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی حربہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ذرا انگلی رکھنے کی جگہ تھی تو کفار عرب جو گھر کے بھیدی تھے سب سے بڑھا چڑھا کر اس کو عیوب میں شمار کرتے لیکن وہ اتنے بیوقوف نہ تھے کہ مشاہدات کا انکار کر کے اپنی بات کا اعتبار کھو دیتے۔



کیونکہ تقویٰ مجتہد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ لوگوں کے سامنے تھی جس میں وہ دیکھ رہے تھے کہ آپ کے زمانہ شباب کا بڑا حصہ تو محض تہجد اور خلوت گزینی میں گذرا۔ پھر جب عمر شریف پچیس سال میں پہنچی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے نکاح کی درخواست ہوئی جو بیوہ اور صاحبِ اولاد ہونے کے ساتھ اس وقت چالیس سال کی عمر میں بڑھاپے کا زمانہ گزار رہی تھیں، اور آپ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں اور دو لڑکوں اور تین لڑکیوں کی ماں تھیں۔ بارگاہِ نبوت میں ان کی درخواست رونہ کی گئی اور پھر اکثر عمر اسی ایک نکاح پر گزار دی گئی اور وہ بھی اس طرح کہ ان کو چھوڑ کر حرا کے لوق و دوق غار میں ایک ایک مہینہ تک محض عبادتِ الہی میں مصروف رہتے تھے اور عمر کا بڑا حصہ اسی نکاح پر گذرا۔ اسی لیے آپ کی جتنی اولاد ہوئی وہ سب خدیجہ سے ہوئی ہے۔

البتہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد جب کہ عمر شریف پچاس سال سے تجاوز کر جاتی ہے تو یہ سارے نکاح ظہور میں آتے ہیں اور خاص خاص ضرورتوں کے ماتحت دس خواتین تک آپ کے نکاح میں داخل ہوتی ہیں جو سب کی سب (حضرت عائشہ کے سوا) بیوہ ہیں اور بعض صاحبِ اولاد بھی۔

ان حالات پر نظر کرتے ہوئے گمان نہیں ہو سکتا کہ کوئی سلیم المحو اس انسان آپ کے اس تعدد ازواج کو معاذ اللہ، کسی نفسانی خواہش کا نتیجہ بتلا سکے گا۔

اگر کوئی شپہرہ چشم آفتاب نبوت کی عظمت و جلال کو بھی نہ دیکھ سکے اور آپ کے اخلاق، اعمال، تقویٰ، طہارت، زہد و ریاضت اور مقدس زندگی کے تمام کرد و پیش کے حالات سے بھی آنکھ چرلے تو خود ان متعدد نکاحوں کے واقعات و حالات ہی اس کو یہ کہنے پر مجبور کر دیں گے کہ تعدد ازواج یقیناً کوئی نفسانی

خواہش پر مبنی نہ تھا۔ ورنہ ساری عمر ایک سن رسیدہ عورت کے ساتھ گزار دینا پچپن سالہ کو اس کام کے لیے تجویز کرنا کسی انسان کی عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔ خصوصاً جب کہ کفار عرب اور روسائے قریش آپ کے ایک اشارہ پر اپنا منتخب حسن و جمال آپ کے قدموں پر نثار کر دینے کے لیے بھی تیار تھے، جیسا کہ سیر و تاریخ کی معتبر کتابیں اس کی شاہد ہیں۔

اور اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود مسلمانوں کی جمعیت بھی اس عرصہ میں لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکی تھی جن کی ہر عورت آپ کے عقد میں داخل ہونے کو بجا طور پر فلاح دارین سمجھتی تھی، یہ سب کچھ تھا، مگر حضرت نبوت کے عقد میں پچاس سال تک صرف ایک خدیجہؓ تھیں جن کی عمر بوقت نکاح بھی چالیس سال تھی، پھر اس کے بعد بھی جن خواتین کا نکاح کے لئے انتخاب کیا جاتا ہے وہ ایک کے سوا سب کی سب بیوہ اور صاحب اولاد ہیں۔ امت کی بیشتر کنواری لڑکیاں اس وقت بھی انتخاب میں نہیں آئیں۔ اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ دکھلا دیا جاتا کہ آپ کے یہ متعدد نکاح کس قدر اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے، نیز اگر یہ نہ ہوتے تو بہت سے وہ احکام جو عورتوں ہی کے ذریعہ سے امت کو پہنچ سکتے تھے، وہ سب مخفی رہ جاتے۔ کس قدر بے حیائی اور حق کشتی ہے کہ حضرت رسالت ص کے اس تعدد

۱۲ مغلطائی

۱۲ الحمد للہ کہ حضرت سیدی و سندی حکیم الامت تھانوی دامت برکاتہم نے اس ضرورت کو اس طرح پورا فرمایا کہ ایک رسالہ میں ان تمام احادیث کو جمع فرمایا جو ازواج مطہرات کے ذریعہ خانگی زندگی کے متعلق منقول ہوئی ہیں۔ اس رسالہ کا نام تعدد ازواج صاحب المعراج رکھا گیا۔

ازدواج کو نفسانی خواہشوں پر محمول کیا جائے، اگر باطل پرستوں نے عقل و حواس کو اندھا کر دیا ہو تو کوئی کافر بھی ایسا نہیں کر سکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوازواج مطہرات کو چھوڑ کر انتقال فرمایا، آپ کے بعد سب سے پہلے ازدواج مطہرات میں سے حضرت زینب بنت جحش کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات پائی۔

## آپ کے چچا اور چھو پھیاں

عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے۔ حارث، زبیر، حبل، صرار، مقوم، ابولہب، عباس، حمزہ، ابوطالب، عبداللہ، جن میں سے عبداللہ آپ کے والد ماجد ہیں، باقی نو آپ کے چچا ہیں، حضرت عباس اپنے سب بھائیوں میں چھوٹے ہیں۔

آپ کی چھو پھیاں چھ ہیں۔ ام حکیم، برہ، عاتکہ، صفیہ، اروی۔

آپ کی پہرہ داری کرنے والے | سعد بن معاذ جنہوں نے غزوہ بدر میں آپ کی نگہبانی کی اور

زکوان بن عبدقیس اور محمد بن سلمہ انصاری نے غزوہ احد میں اور زبیر نے غزوہ خندق میں اور عباد بن بشر و سعد بن ابی وقاص اور ابوالویض اور بلال نے وادی قری میں۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی **اللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** اللہ تعالیٰ خود آپ کی حفاظت کریں گے تو پہرہ داری اٹھادی گئی۔



## بناء کعبہ اور قریش کا آپ کو بالفاق امین تسلیم کرنا

جب آپ کی عمر شریف پینتیس سال کی ہوئی تو اس وقت قریش نے بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا، بیت اللہ کی تعمیر ہر شخص اپنی سعادت سمجھتا تھا اور قبائل قریش نے اپنی قسمتوں کا فیصلہ اس پر کر رکھا تھا کہ اس کی تعمیر میں زیادہ حصہ لیا جائے چنانچہ اس تعمیر کو قبائل میں تقسیم کرنے کی نوبت آئی تاکہ کوئی جھگڑا پیش نہ آئے۔

اسی تقسیم عمل کے ساتھ بناء کعبہ حجرِ اسود کی حد تک پہنچ گئی۔ لیکن اب حجرِ اسود کو اٹھا کر تعمیر میں نصب کرنے کے متعلق سخت اختلاف ہوا ہر قبیلہ اور ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ اس سعادت کو حاصل کرے۔ یہاں تک کہ قتل و قتال پر عہد و پیمان ہونے لگے، قوم کے بعض سنجیدہ لوگوں نے ارادہ کیا کہ مشورہ کر کے کوئی صلح کی صورت نکالیں، اور اس غرض کے لیے مسجد میں گئے۔

مشورہ میں یہ طے ہوا کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد کے اس دروازہ میں داخل ہو وہ تمہارے معاملے کا فیصلہ کرے اور اس کے حکم کو ہر شخص دستِ قدرت کا فیصلہ سمجھ کر تسلیم کرے۔

حُدّا کی قدرت کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دروازہ سے داخل ہوئے، آپ کو دیکھ کر سب نے یکے بان ہو کر کہا کہ یہ امین ہیں،

ہم ان کے حکم پر راضی ہیں آپ تشریف لائے اور وہ حکیمانہ فیصلہ کیا کہ سب خوش ہو گئے یعنی ایک چادر پھیلا دی اور اس میں حجر اسود کو اپنے ماتھے سے اٹھا کر رکھ دیا اور پھر حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا منتخب آدمی چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ لے اس طرح کیا گیا جب بنیاد تک پہنچ گیا تو خود اپنے ماتھے سے اٹھا کر رکھ دیا۔

ابن ہشام اس واقعہ کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ نبوت سے پہلے تمام قریش بالاتفاق آپ کو امین کہتے تھے۔

(سیرت ابن ہشام ص ۱۱ ج ۱۱)

## عطاءِ نبوت

جب آپ کی عمر شریف چالیس برس ایک دن کی ہوئی تو ظاہری طور پر بھی باضابطہ آپ کو خلعت نبوت کے ساتھ ممتاز و مشرف فرمایا جس کی تاریخ ولادت کی طرح ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ ہے اس کے علاوہ اور بھی مختلف اقوال ہیں

(سیرت مغلطائی ص ۱۲)

## دنیا میں اشاعتِ اسلام تبلیغ کا پہلا قدم

ابتداءً جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ امتاًً تبلیغ کیلئے مامور نہ تھے بلکہ اس میں صرف آپ کی ذات کے لیے احکام تھے۔

پھر کچھ دنوں سلسلہ وحی منقطع رہنے کے بعد جو آپ پر دوبارہ وحی شروع ہوئی تو اس میں آپ کو تبلیغ اسلام کے لیے حکم ہوا مگر دنیا میں جہالت و ضلالت کی حکومت تھی

بالخصوص عرب کا تکبر اور غرور اور تقلیدِ آبائی انہیں حق پر لگانے کی ہرگز اجازت نہ دیتی تھی اس لیے ابتداء میں حکمتِ الہیہ کا اقتضائیہ ہوا کہ آپ کو اعلیٰ تا تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا امر نہ کیا جائے تاکہ اول ہی سے لوگ متفرق نہ ہو جائیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً دعوتِ اسلام اپنی جان پہچان کے لوگوں میں اور ان شخصوں میں شروع کی جن پر آپ کا اعتماد تھا۔ یا آپ فرست کے ذریعہ ان میں خیر و صلاح کے آثار دیکھنے سے۔

اس طریق سے سب سے پہلے زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور آپ کے چچا زاد بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ کے متبنی زید بن حارثہ مشرف بالاسلام ہوئے اور حضرت ابوبکر نبوت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست تھے اور آپ کے صدق و دیانت و اخلاق سے خوب واقف تھے جب آپ نے ان کو رسالتِ الہیہ کی خبر دی تو فوراً آپ نے تصدیق کی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

ابوبکر صدیقؓ اپنی قوم کے مسلم بزرگ تھے تمام معاملات میں لوگ ان پر اعتماد کرتے تھے اسلام میں داخل ہونے کے بعد آپ نے بھی ان لوگوں کو دعوتِ اسلام دینی شروع کی جن میں کچھ صلاح و خیر کے آثار دیکھے چنانچہ حضرت عثمان غنی اور عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم نے ان کی دعوت قبول کی اور آپ ان سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

ان کے بعد ابوعبیدہ بن جراح اور عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب اور سعید بن زید عدوی اور ابوسلمہ مخزومی اور خالد بن سعید بن العاص اور عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی قدامہ اور عبید اللہ اور ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہم اجمعین مشرف بالاسلام ہوئے



یہ سب کے سب قریش میں سے تھے اور غیر قریش میں سے صہیب رومی، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، عبداللہ بن مسعود اسلام میں داخل ہوئے اس وقت تک یہ دعوتِ اسلام محض خفیہ جاری تھی عبادات اور اعمالِ شرعیہ بھی چھپ چھپ کر ادا کیے جاتے تھے یہاں تک کہ بیٹا باپ سے اور باپ بیٹے سے چھپ کر نماز پڑھتا تھا جب مسلمانوں کی تعداد تیس لاکھ سے بڑھ گئی تو اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کیلئے ایک وسیع گھر مقرر کر دیا جس میں وہ سب جمع ہو جایا کرتے تھے اور آپ ان کو تعلیم فرماتے تھے۔

اس طریقہ کی دعوتِ اسلام تین سال تک جاری رہی اسی دوران میں قریش کی ایک خاصی جماعت اسلام میں داخل ہو گئی اور پھر اور لوگ بھی داخل ہونے شروع ہو گئے اور یہ خبر مکہ میں پھوٹ نکلی اور لوگوں میں جا بجا اس کا چرچا ہونے لگا اور اب اعلانِ دعوتِ حق کا وقت آ پہنچا۔

## اعلانِ دعوتِ اسلام

تین سال کے بعد جب کہ کثرت سے مرد اور عورت اسلام میں داخل ہونے لگے اور لوگوں میں اس کا چرچا ہوا تو خداوندِ عالم نے اُن مسرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا، کہ علی الاعلان لوگوں کو کلمہ حق پہنچائیں۔

آپ نے فوراً اس حکم کی تعمیل فرمائی اور مکہ کی پہاڑی صفا پر چڑھ کر اور قبائلِ قریش کا نام لے کر آواز دی جب تمام قبائل جمع ہو گئے تو آپ نے اولاً سب دریافت کیا کہ اگر میں آپ کو یہ خبر دوں کہ غنیم کا لشکر تم پر چڑھا چلا آ رہا ہے اور قریب ہے کہ تم پر لوٹ ڈال دے تو کیا تم میری تسلی کر دو گے سب یہ سن کر بیک زبان ہو کر بولے کہ بیشک ہم آپ کی خبر کو بالکل حق سمجھیں گے کیونکہ ہم نے آج تک کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم نے اپنے باطل عقائد کو نہ چھوڑا

تو خدا تعالیٰ کا سخت عذاب تم پر آنے والا ہے اور فرمایا: ”جہاں تک مجھے معلوم ہے دنیا میں کوئی انسان اپنی قوم کے لیے اس تحفہ سے بہتر تحفہ لے کر نہیں آیا جو میں تمہارے لیے لایا ہوں میں تمہارے لیے دین و دنیا کی فلاح و بہبود لے کر آیا ہوں اور خداوند عالم نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ تمہیں اس کی طرف دعوت دوں خدا کی قسم اگر میں تمام دنیا کے انسانوں سے تھوڑے بولتا تب بھی تمہارے سامنے تھوڑے نہ بولتا اور اگر ساری دنیا کو دھوکہ دیتا تب بھی تمہیں دھوکا نہ دیتا اس ذات قدوس کی قسم ہے کہ جو ایک ہے اور جس کا کوئی سہیم و شریک نہیں کہیں تمہاری طرف خصوصاً اور تمام عالم کی طرف عموماً خدا تعالیٰ کا رسول پیغمبروں سے ہے۔“

## تمام عرب کی مخالفت و عداوت اور اپنی استقامت

یہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا عرب کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ کی وحی میں ان کے بتوں کی حقیقت کھولی گئی ہے ان کی پرستش کرنے والوں کی بیوقوفی ظاہر کی گئی ہے تو آپ کی عداوت کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان کی ایک جماعت آپ کے چچا ابوطالب کے پاس آئی کہ وہ آپ کو اس قسم کی باتوں سے روک دیں۔ اور یا آپ ان کی حمایت چھوڑ دیں۔

ابوطالب نے ایک عمدہ پیرائے میں جواب دیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کلمہ حق کی نشر و اشاعت میں سرگرم اور بتوں کی عبادت سے لوگوں کو منع کرتے رہے جب عرب کو اس پر صبر نہ ہو سکا تو پھر ابوطالب کے پاس آئے اور سختی سے ان سے مطالبہ کیا کہ یا آپ اپنے بھتیجے کو باز رکھیں ورنہ ہم سب تمہارے خلاف

جنگ کریں گے یہاں تک کہ فریقین میں سے کوئی ایک فنا ہو جائے۔

## تمام قبائل عرب کے مقابلہ میں آپ کا جواب

اب تو ابوطالب کو بھی فکر ہوئی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں گفتگو کی، آپ نے فرمایا اے عم بنر گوار :-

”خدا کی قسم اگر وہ میرے دلہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب لاکر رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں خدا کا کلمہ اس کی مخلوق کو نہ پہنچاؤں تو میں ہرگز اس کے لیے آمادہ نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ یا خدا کا سچا دین لوگوں میں پھیل جائے اور یا کم از کم اسی جدوجہد میں اپنی جان دے دوں۔“

ابوطالب نے جب یہ دیکھا تو کہا اچھا جاؤ تم اپنا کام کرتے رہو میں بھی تمہاری حمایت و نصرت سے کسی وقت ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔

لوگوں میں نفرت پھیلانا اور اس کا اظہار نتیجہ | جب قریش نے دیکھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب آپ کے

ساتھ ہیں اور ادھر موسم حج قریب ہے اس موقع پر آپ تبلیغ میں سرگرم کوشش کریں گے اور آپ کے کلام حق کی مقناطیسی کشش سے سب واقف تھے اس لیے اندیشہ ہے کہ اب ان کا مذہب تمام دنیا کے اطراف میں پھیل جائے گا تو سب نے جمع ہو کر یہ طے کیا کہ مکہ کے تمام راستوں پر اپنے آدمی بٹھادے جائیں تاکہ اطرافِ عالم سے جو لوگ حج کے لیے آئیں انہیں دور ہی سے کہہ دیا جائے کہ یہاں ایک ساحر ہے جو اپنے کلام سے باپ بیٹے اور خاوند بیوی میں اور تمام رشتہ داروں میں ہی تفریق ڈال دیتا ہے تم اس کے پاس نہ جاؤ لیکن سے



چراغے را کہ ایزد بر فروزد  
 کسے کش تفت زندرشیش لبوزو  
 خدا کی قدرت، ان کا یہ طرز عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کا کام  
 کر گیا اگر وہ ایسا کرتے تو ممکن تھا کہ بہت سے لوگ آپ کا ذکر نہ سنتے لیکن انکی اس  
 جدوجہد نے سب کو آپ کا مشتاق بنا دیا۔

## قریش کی ایذا رسانی اور آپ کی استقامت

جب قریش اپنی تدبیروں میں ناکام رہے اور دیکھا کہ روز آپ کی دعوت عام  
 ہوتی جا رہی ہے اور لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو اب ہر قسم کی ایذا و  
 رسانی شروع کی مکہ کے چند اوباش لوگوں کو جمع کر کے اس پر آمادہ کیا کہ وہ آپ کا ہر مجلس  
 میں استہزا کریں اور جس صورت سے ممکن ہو آپ کو تکلیف پہنچائیں۔

## آپ کے قتل کا ارادہ اور آپ کا بین معجزہ

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف کے پاس نماز پڑھ رہے  
 تھے جب سجدہ میں گئے تو البجہل نے موقع کو غنیمت سمجھ کر ارادہ کیا کہ آپ کا سر  
 مبارک کچل ڈالے مگر

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

جب پھر لے کر آپ کے پاس پہنچتا ہے تو لامحہ کانپ جاتے ہیں پھر ہاتھ سے  
 گرجاتا ہے رنگ فق ہو جاتا ہے اور بھاگ کر اپنی جماعت کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے

اے جس چراغ کو اللہ تعالیٰ روشن فرمائیں جو شخص (دیکھانے کے لیے) اس پر چھونک مارتا ہے  
 اس کی ہی داڑھی جل جاتی ہے ۱۰ اگر دشمن قوی ہے تو نگہبان اس سے زیادہ قوی ہے۔

کہ جب میں نے آپ کے سر کی جانب ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو ایک عجیب و غریب کا  
اونٹ منہ کھولے ہوئے میری طرف بھپٹا اور قریب تھا کہ مجھے کھا جائے میں نے  
ایسا اونٹ آج تک کبھی نہیں دیکھا۔

یہ وہ واقعہ ہے جو کفار کے مجمع میں سب کے سامنے پیش آیا اور خود کفار کے  
سرور ابو جہل نے اس کا اقرار کیا۔

ابو جہل، عقبہ بن ابی معیط، ابولہب، عاص بن وائل، اسود بن یغوث  
اسود بن عبدالمطلب، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث، یہ لوگ ہر وقت آل حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزار دہتے تھے ان میں سے کسی کو اسلام کی توفیق نہیں  
ہوئی بلکہ سب کے سب نہایت ذلیل ہو کر ہلاک ہوئے کچھ غزوہ بدر میں تلوار کے گھاٹ  
اتر گئے اور کچھ نہایت گندے اور سخت امراض میں گل سٹر کر مر گئے۔

## قریش کا آپ کو ہر قسم کی طمع دینا اور آپ کا جواب

جب کفار قریش نے دیکھ لیا کہ یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوتی تو سب نے مشورہ  
کے یہ طے کیا کہ وہ اپنے سب سے زیادہ چالاک سرور عقبہ بن ربیعہ کو آپ کے پاس بھیجیں  
تاکہ وہ آپ کو ہر قسم کی دنیاوی طمع دلاوے۔ شاید اس تدبیر سے آپ اپنے دعوے  
سے خاموش ہو بیٹھیں۔ عقبہ بن ربیعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد میں نماز  
پڑھ رہے تھے پاس جا کر کہا مجھے تم حسب و نسب کے اعتبار سے ہم سب میں بہتر  
ہو اور اس کے باوجود تم نے اپنی جماعت میں ایک تفریق ڈال دی ہے اور ان کے  
معبودوں کو اور ان کو برا محسوس کیا ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو جاہل ٹھہرایا تم آج  
اپنے دل کی بات کہہ دو اگر ان سارے قصوں سے تمہاری غرض یہ ہے کہ بڑی دولت  
جمع کر لو تو سنو ہم تمہارے واسطے اتنا مال جمع کر دینے کے لیے تیار ہیں کہ تم اہل مکہ میں

سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ اور اگر یہ چاہتے ہو کہ تمہیں سرداری حاصل ہو جائے تو اس پر راضی ہیں کہ تمام قریش کا سردار بنا دیں اور آپ کے حکم کے بغیر کوئی ذرہ نہ ہلائیں اور اگر آپ کی غرض بادشاہت ہے تو ہم آپ کو اپنا سب کا بادشاہ بھی بنا سکتے ہیں اور اگر تم پر معاذ اللہ کسی جن کا اثر ہے اور یہ اسی کا کلام (وحی) تم لوگوں کو سناتے ہو اور تم اس کے دفع کرنے سے عاجز ہو تو ہم آپ کے لیے کوئی طیب تلاش کریں جو آپ کا علاج کرے۔

(سیرت مغلطائی، ص ۲)

جب عقبہ اپنے کلام سے فارغ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی ساری داستان کے جواب میں صرف ایک سورت قرآن سنائی جس کو سن کر عقبہ بہکا بکا رہ گیا اور اپنی قوم میں واپس آکر کہنے لگا کہ خدا کی قسم آج میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے اپنی عمر میں کبھی نہیں سنا تھا خدا کی قسم نہ وہ شعر ہے نہ نجومیوں کا کلام ہے اور نہ سحر میری رائے ہی ہے کہ تم سب اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایذا سے باز آ جاؤ کیونکہ ان کا جو کلام میں نے سنا ہے وہ اللہ اس کی شان عظیم ظاہر ہونے والی ہے میں تمہارا خیر خواہ ہوں تم میری بات مانو اور زیادہ نہیں تو کچھ دنوں انتظار کرو۔ اگر عرب ان پر غالب آگے تو تم مفت میں اس تکلیف سے نجات پاؤ گے اور اگر وہ عرب پر غالب آگے تو ان کی عزت ہماری ہی عزت ہے کیونکہ وہ ہمارے ہی قبیلہ سے ہیں۔

قریش اپنے سب سے زیادہ ہوشیار سردار کی یہ باتیں سن کر حیرت میں رہ گئے اور یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ اس پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جادو کر دیا ہے۔

(دوسرے السیرة، ص ۱۲)

جب قریش کا کوئی حیلہ کارگر نہ ہوا تو اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ



آپ کے صحابہ کرام اور متعلقین واقربا کو بھی ستانا اور طرح طرح کی ایذائیں دینا شروع کیا حضرت بلال وغیرہ صحابہ کو سخت ایذائیں دی گئیں حضرت عمار بن یاسر کی والدہ ماجدہ اسی بنا پر نہایت دردناک طریقہ سے شہید کی گئیں اور یہ سب سے پہلا واقعہ شہادت ہے جو اسلام میں پیش آیا۔

(درودن السیرت ص ۲۱)

## صحابہ کے لیے ہجرت حیشہ کا حکم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات پر ہر قسم کے مظالم اور تکالیف برداشت کرتے رہے مگر جب صحابہ کرام اور دیگر اقارب تک اس کی نوبت پہنچی تو دیکھا کہ وہ نہایت صبر کیسیاتھ تمام مظالم سہنے کے لیے تیار ہیں مگر اس کلمہ حق اور نور الہی سے منہ موڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں جو ان کو آپ کے ذریعہ سے وصول ہوا ہے تو ان حضرات کو اجازت دی کہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے جائیں عطائے نبوت سے پانچویں سال رجب میں بارہ مرد اور عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جن میں حضرت عثمانؓ اور آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت رقیہؓ بھی تھیں۔

(درودن السیرت ص ۵۱)

نجاشی بادشاہ حبشہ نے ان مہاجرین کا اکرام کیا یہ سب امن و عافیت سے وہاں رہنے لگے جب قریش کو اس کی خبر ہوئی تو عمرو بن ماص، اور عبداللہ بن ربیعہ کو نجاشی کے پاس بھیجا کہ یہ لوگ مفسد ہیں ان کو اپنی قلمرو میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دے بلکہ ان کو ہمارے سپرد کر دو۔

نجاشی ایک سنجیدہ آدمی تھا اس نے ان کے جواب میں کہا کہ میں یہ کام اس وقت تک

۱۰ از سیرت مغلطائی ص ۲۱ مہاجرین کی تعداد میں اور بھی مختلف اقوال ہیں ۱۲ منہ

۱۱ ملک حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے ۱۲ مغلطائی

نہیں کر سکتا جب تک کہ ان کے مذہب اور خیالات کی تحقیق نہ کر لوں ان حضرات سے جب  
نجاشی نے یہ دریافت کیا کہ اپنا مذہب اور اس کے صحیح واقعات بتلائیں تو جعفر بن  
ابی طالب آگے بڑھے اور فرمایا،

”شایا اہم پہلے جاہلیت والے تھے تمہوں کی پوجا کرتے تھے اور مردار جانور  
کھاتے تھے مخش کاری، قطع رحمی اور بدعتی میں مبتلا تھے ہمارا قوی ضعیف کو  
کھا جاتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جو ہمارے  
ہی کنبہ سے ہے ہم ان کے نسب اور سچائی امانت اور عفت کو خوب جانتے ہیں  
اور انہوں نے ہمیں اس کی دعوت دی کہ اللہ کو ایک سمجھیں اور اس کے ساتھ کسی  
کو سہیم و شریک نہ جانیں اور بت پرستی چھوڑیں۔ سچ لوہیں عزیز و اقارب کے ساتھ  
صلہ رحمی کریں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور محرمات سے منع فرمایا اور  
خون بہانے اور جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے سے روکا اور ہمیں نماز، روزہ  
زکوٰۃ اور حج کا حکم فرمایا ہم نے جب یہ سنا تو اس پر ایمان لے آئے“

نجاشی یہ سن کر بہت متاثر ہوا قریش کے دونوں قاصدوں کو واپس کر دیا، اور  
مسلمان ہو گیا۔

مہاجرین تقریباً تین مہینے وہاں امن و عنایت کے ساتھ قیام کر کے واپس آ  
گئے اس وقت حضرت فاروق اعظم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت  
مشرق باسلام ہو گئے اسوقت مسلمانوں کی مردم شماری چالیس مرد اور گیارہ عورتوں سے زیادہ نہ

۱۵ یورپ کے بعض مشہور سیاسی لوگوں نے (غالباً اردو مرنے) کہا ہے کہ اگر مشرق و مغرب کے علماء جمع  
ہو کر دین اسلام کی حقیقت بیان کرنا چاہیں تو اس سے اچھا نہیں کر سکتے جو مہاجرین حبشہ نے بیان کیا تھا ۱۲/۲۱ منہ  
۱۶ یہ نجاشی کوئی اور شخص ہے (جو نبوت کے پانچویں سال مسلمان ہوا) اہم جو جس کا ذکر تھے  
میں اسلام لانے کا آگے آتا ہے وہ اور ہے۔

محمی۔ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے داخل اسلام ہونے سے مسلمانوں کو ایک قسم کی شوکت حاصل ہوئی اور وہ لوگ جو دلائل و اسنخہ کے ذریعہ سے اسلام کی حقانیت کا یقین کر چکے تھے مگر قریش کی ایذا کے خوف سے اسلام ظاہر نہ کرتے تھے اب اعلانِ اسلام میں داخل ہونے لگے اسی طرح قبائل عرب میں اسلام پھیلتا اور ترقی کرتا گیا۔

جب قریش نے دیکھا کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی عزت روز بروز ترقی کرتی جا رہی ہے اور بادشاہِ حبشہ نے بھی مسلمانوں کا احترام کیا تو انہیں اپنا انجام نظر آنے لگا۔

تمام قریش نے یہ طے کیا کہ نبی عبدالمطلب اور نبی ہاشم سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے سپرد کر دیں ورنہ ہم ان سے بالکل قطع تعلق کر دیں گے۔

مگر نبی عبدالمطلب نے اس کو منظور نہ کیا تو باتفاق رائے یہ عہد نامہ لکھا گیا کہ نبی ہاشم اور نبی عبدالمطلب سے بالکل مقاطعہ کیا جائے رشتے ناتے نکاح بیاہ خرید و فروخت سب بند کر دیے جائیں اور یہ عہد نامہ بیت اللہ کے اندر معلق کر دیا گیا۔

ایک پہاڑ کی گھاٹی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام رفقاء و اقربا کو مقید کر دیا گیا اس وقت ابولہب کے سوا تمام نبی ہاشم اور نبی عبدالمطلب کے تمام افراد بلا امتیاز مسلم و کافر سب ابوطالب کیساتھ تھے اور اس گھاٹی میں قید و محصور ہو گئے سب طرف سے آمد و رفت کے راستے بند تھے خورد و نوش کا جو سامان تھا ختم ہو گیا تو سخت اضطراب پیش آیا شدت بھوک سے دختوں کے پتے تک کھانے کی نوبت آئی۔

یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے فرمایا اس مرتبہ ایک بڑے قافلے نے ہجرت کی جس کی تعداد

۱۰ یہ عہد نامہ منصور بن مکرہ نے لکھا تھا اور اسی کی شامت میں اس کا نام نقل ہو گیا تھا سیر مطلق ص ۱۰۷



ترسیٰ ثمر اور بارہ عورتیں بیان کی باقی ہے اور پھر ان کے ساتھ میں کے مسلمان بھی مل گئے جن میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ان کی قوم بھی تھی۔

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی اہل راصحاب نے تقریباً تین سال انہی مظالم اور مصائب کے ساتھ سبر کیے اس کے بعد چند آدمی اس عہد کو توڑنے اور آپ پر سے یہ محاصرہ اٹھا دینے پر آمادہ ہوئے ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ اس عہد نامہ کو دیکھنے کھالیا ہے اور بجز خدا کے نام کے اس میں کوئی حرف نہیں چھوڑا آپ نے لوگوں سے بیان کیا دیکھا تو ٹھیک اسی طرح نکلا جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا تھا

الغرض آپ سے محاصرہ اٹھا دیا گیا

## طفیل بن عمرو دوسی کا اسلام لانا

اسی عرصہ میں حضرت طفیل بن عمرو دوسی جو نہایت شریف اور اپنی قوم کے سردار تھے، اہل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی بدیہی حقانیت اور آپ کے اخلاق کو دیکھ کر برضا و رغبت مسلمان ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم میں میری بات مانی جاتی ہے میں جاگراں کو بھی اسلام کی دعوت دیتا ہوں مگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میرے ساتھ کوئی ایسی کھلی ہوئی سلامت ظاہر کر دی جائے جس کے ذریعہ سے میں ان کو اپنی باتوں کا یقین دلا سکوں آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پیشانی پر ایک ایسا نور چمکادیا کہ جو اندھیرے میں ایک نہایت روشن چراغ کی طرح چمکتا تھا جب طفیل بن عمرو اپنی قوم کے پاس گئے تو یہ خیال ہوا کہ ہمیں میری قوم اس نور کو کوئی مصیبت اور بیماری نہ سمجھے اور یہ نہ کہے کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مجھ پر مسلط ہو

۱۵ سیرت مغلطائی ص ۱۲۱ ۱۲ منہ ۱۵ بعض روایات میں دو سال اور بعض میں چند سال بیان

کیے جاتے ہیں۔ سیرت مغلطائی ص ۱۳ ۱۲ منہ

گیا ہے اس لیے دعا کی کہ یہ نور آپ کے تازیانہ میں آجائے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور اس نور کو ان کے کوڑے کے ساتھ قندیل معلق کی طرح لگا دیا اپنے قبیلے میں پہنچ کر تبلیغ کی، کچھ آدمی آپ کی سعی سے مسلمان ہو گئے مگر چونکہ ان کے گمان کے مطابق زیادہ نہ ہوئے اس لیے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ دعا فرمائیے کہ میری سعی کامیاب ہو۔ آپ نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا، جاؤ اب تبلیغ کرو اور نرمی سے کام لو۔

طفیل بن عمرو لوٹے اور پھر لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا اور خدا کے فضل سے ایسے کامیاب ہوئے کہ غزوہ خندق کے بعد ستر اسی گھرانے مسلمان ہو کر غزوہ خیبر میں اپنے ساتھ لائے اور سب شریک جہاد ہوئے۔

(سیرت مغلطائی للمعاذ علیہ السلام ص ۲۵)

## البوطالب کی وفات

اسی عرصہ میں آپ کے چچا البوطالب کی وفات ہو گئی یہ سا نچہ نبوت سے دسویں سال ماہ شوال کے نصف پر پیش آیا اور اس کے تین دن بعد حضرت خدیجہ کی وفات ہو گئی اور اسی لیے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو عزم کا سال فرمایا ہے۔

(سیرت مغلطائی ص ۳)

۱۵ یعنی کوڑا اور چابک ۱۲ منہ ۱۵ سیرت مغلطائی ص ۲۵ تاریخ وفات میں اور بھی مختلف روایتیں ہیں مثلاً ماہ رمضان ہجرت سے ۵ سال پہلے چار سال پہلے۔ بعد معراج کذافی سیرت مغلطائی ص ۲۶ اور اسی سال حضرت سودہؓ سے آپ کا نکاح ہوا اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہ کے بعد ان سے نکاح ہوا ہے (سیرت مغلطائی ص ۲۶-۱۲ منہ)

## ہجرت طائف

ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کو موقع مل گیا آپ کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، جب آپ کو اہل مکہ کے قبول اسلام سے مایوسی کی صورت پیدا ہونے لگی تو اسی سال یعنی ستلہ نبوی میں آخر ماہ شوال میں زید بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور اہل طائف کو کلمہ حق کی دعوت دی، اور ایک ماہ تک متواتر ان کی تبلیغ و ہدایت میں مصروف رہے مگر ایک شخص کو بھی قبول حق کی توفیق نہ ہوئی، بلکہ ظالموں نے اپنے شہر کے چند اوباش لوگوں کو سنا دیا کہ آپ کو تکلیف پہنچائیں، یہ سنگدل بد نصیب اس سرور کائنات کے درپے ہو گئے کہ شانِ رحمۃ اللعالمین مانع نہ ہو تو اس کی ایک جہش لب میں ان کی ساری بدستیوں کا خاتمہ ہو سکتا تھا طائف اور طائف کے بسنے والوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹایا جاسکتا تھا۔

ان بد بخت لوگوں نے آپ پر پتھر برسائے شروع کئے جن سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف زخمی ہو جاتے تھے۔ زید بن حارثہ جس طرف سے پتھر آتا ہوا دیکھتے اس طرف خود کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے اور پتھر کو اپنے سر پر لیتے تھے یہاں تک کہ حضرت زید کا سر زخمی ہو گیا۔ بالآخر رحمتِ عالم ایک ماہ بعد طائف سے اس طرح واپس ہوتے کہ آپ کے سختے شریف لہولہان تھے۔ مگر زبان پر حرفِ بد و عار اس وقت بھی نہ آتا تھا۔

## اسرار اور معراج

نبوت کا پانچواں سال اسلام کی تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے جس میں فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اعزازی جلوس کے ساتھ توارا گیا جو انبیاءِ علیہم

السلام کی جماعت میں سے بھی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیت ہے جس کا متحقر واقعہ یہ ہے۔

ایک رات آپ عظیم کعبہ میں لیٹے ہوتے تھے کہ جبرئیل اور میکائیل علیہم السلام آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ چلتے، آپ کو براق پر سوار کیا گیا جس کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ جس جگہ اس کی نظر پڑتی تھی وہیں قدم پڑتا تھا۔ اسی سرعت رفتاری کے ساتھ اول آپ کو ملک شام میں مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سابقین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے لئے (بطور معجزہ) جمع فرما دیا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے یہاں پہنچ کر اذان دی۔ انبیاء و رسل کی صفیں تیار ہو کر کھڑی ہوئیں لیکن سب اس کا انتظار کر رہے تھے کہ نماز کون پڑھائے۔ جبرئیل امین نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر آگے کر دیا۔ آپ نے تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کو نماز پڑھائی۔

یہاں تک عالم دنیا کی سیر تھی جو براق پر ہوئی، اس کے بعد آپ کو مسجد اقصیٰ سے آسمان پر لے جایا گیا۔ بعض روایات کے مطابق یہ آسمانی سفر بھی براق پر ہوا مگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر براق پر نہیں بلکہ بذریعہ معراج ہوا۔ معراج کے معنی سیر بھی یا زنیہ کے ہیں۔ زنیہ کی آج کل بھی بہت سی قسمیں موجود ہیں۔ ان میں ایک طریقہ لفٹ بھی ہے۔ اس کو بھی زنیہ کہہ سکتے ہیں۔ وہ کس قسم کا زنیہ تھا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان تک پہنچے اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ کسی روایات میں منقول نہیں۔

پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور دوسرے پر عیسیٰ دیکھی علیہ السلام سے اور تیسرے پر یوسف علیہ السلام سے اور چوتھے پر ادریس علیہ السلام سے

اس میں یہ اختلاف ہے کہ یہ آسمانی سیر بھی براق پر ہوتی یا کسی سیر بھی وغیرہ پر، حافظ ابن عمیر نے قصہ المعراج میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ ص ۱۱۲



پانچویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی۔

(صیح بخاری مع فتح الباری ہندی ص ۲۸۵ پ ۱۵)

اس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں حوض کوثر پر گزر ہوا۔ پھر حنبت میں داخل ہوئے۔ وہاں دست قدرت کے وہ عجائب و معجزات دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی انسان کے وہم و گمان کی وہاں تک رسائی ہوتی پھر دوزخ آپ کے سامنے پیش کی گئی جو ہر قسم کے عذاب اور سخت شدید آگ سے بھری ہوئی تھی جس کے سامنے لوہے اور پتھر جیسی سخت چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔

اس میں آپ نے ایک جماعت کو دیکھا کہ مردار جانور کھا رہے ہیں دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے تھے) پھر دوزخ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور جبریل امین یہیں ٹھہر گئے کیونکہ ان کو اس درجہ سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا۔

اور اس وقت آپ کو خداوند جل و علا کی زیارت ہوتی، صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب سے نہیں بلکہ آنکھوں سے ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور تمام محققین صحابہ و ائمہ کی یہی تحقیق ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر پڑے اور خداوند عالم سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت نمازیں فرض کی گئیں۔

اس کے بعد آپ واپس ہوئے، وہاں سے براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں مختلف مقامات میں قریش کے تین تجارتی قافلوں پر گزرے جن میں سے بعض کو آپ نے سلام کیا، اور انہوں نے آپ کی آواز پہچانی اور مکہ واپس ہونے کے بعد

اس کی شہادت دی۔ صبح سے پہلے ہی یہ سفر مبارک تمام ہو گیا۔

## اسرار نبوی پر عینی شہادیں

جب صبح ہوئی اور یہ خبر قریش میں پھیلی، تو ان کا ایک عجیب عالم تھا، کوئی تاہیاں بجاتا تھا اور کوئی تعجب سے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا، اور کوئی تسخر سے ہنس رہا تھا۔ پھر سب نے بقرض امتحان آپ سے سوالات شروع کئے اور دریافت کیا کہ چھا بتلائیے کہ بیت المقدس کی تعمیر اور ہیئت کیسی ہے اور پہاڑ سے کتنے فاصلہ پر ہے۔ آپ نے اس کا پورا نقشہ بتلا دیا، اسی طرح وہ مختلف چیزیں دریافت کرتے رہے اور آپ بتاتے رہے یہاں تک کہ آپ انہوں نے ایسے سوالات شروع کر دیئے جو باوجود ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بھی کوئی شخص نہ بتلا سکے۔ مثلاً یہ کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں۔ کتنے طاق ہیں وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ یہ چیزیں کون شمار کرتا ہے۔ اس لئے آپ کو سخت اضطراب ہوا۔ مگر بطور معجزہ مسجد اقصیٰ آپ کے سامنے کر دی گئی، آپ شمار کرنے اور بتاتے جاتے تھے، ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: اشہد انک رسول اللہ اور قریش بھی اب تو سب کے سب چپ ہوئے اور کہنے لگے حالات و صفات تو بالکل درست بیان کئے ہیں، اور پھر حضرت صدیقؓ سے خطاب کر کے کہنے لگے کہ کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ آپ ایک رات میں مسجد اقصیٰ تک پہنچ بھی گئے اور لوٹ بھی آئے؟ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ بعید چیزوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، میں ایمان لاتا ہوں کہ صبح و شام ذرا سی دیر میں آپ کو آسمانی خبریں پہنچ جاتی ہیں تو پھر اس میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ اس لئے بھی آپ کا نام صدیق رکھا گیا ہے۔

## خودکفار قریش کی حشتم وید شہادتیں

اس کے بعد قریش نے پھر بغرض امتحان دریافت کیا، اچھا بتلاؤ ہمارا قافلہ جو ملک شام کی طرف گیا ہوا ہے وہ کہاں ہے، آپ نے فرمایا فلاں قبیلہ کے ایک تجارتی قافلے پر مقام روحا میں میرا گذر ہوا تھا ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ وہ سب اسی کی تلاش میں گئے ہوتے تھے، میں ان کی کجاووں کے پاس گیا تو وہاں کوئی نہ تھا اور ایک کوزہ میں پانی رکھا ہوا تھا۔ وہ میں نے پی لیا تھا۔

اس کے بعد فلاں قبیلہ کے تجارتی قافلے پر فلاں مقام میں ہمارا گذر ہوا جب براق اس کے قریب ہوا تو اونٹ دہشت سے ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ان میں ایک سرخ اونٹ تھا جس پر دو خردار (گون) سیاہ و سپید تھے۔ وہ تو بیہوش ہو کر گر گیا۔

اس کے بعد فلاں قبیلہ کے تجارتی قافلے پر فلاں مقام میں ہمارا گذر ہوا جس میں سب سے آگے خاکی رنگ کا اونٹ تھا اور اس پر سیاہ ٹاٹ اور دو سیاہ خردار (گون) تھے اور یہ قافلہ عنقریب تمہارے پاس آنے والا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا، کہ کب تک؟ آپ نے فرمایا کہ بدھ کے روز تک آجائے گا۔ چنانچہ ٹھیک اسی طرح ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا اور ان قافلوں نے بھی آپ کے بیانات کی تصدیق کی۔

جب قریش پر خدا کی حجت تمام ہو گئی اور اس مجیر العقول سفر کی خود ان کی قوم نے شہادت دی تو اب معاندین کے لئے بھی اس کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہا کہ آپ کے اس سفر کو سحر اور اور آپ کو (معاذ اللہ) جادوگر کہہ کر کھڑے ہو گئے۔

### مدنیہ طیبہ میں اسلام

دس سال تک برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب کو اعلان کے ساتھ

دعوتِ اسلام دیتے رہے اور عرب کی کوئی مجلس اور کوئی مجمع نہیں چھوڑا جس میں جا کر  
 نے ان کو تبلیغِ حق نہ کی ہو۔ موسمِ حج میں بازارِ عکاظ اور ذی الحجہ میں گھر گھر  
 جا کر لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے مگر وہ اس کے جواب میں آپ کو ہر قسم کی ایذائیں  
 پہنچاتے اور مذاق اڑاتے تھے کہ پہلے اپنی قوم کو مسلمان بناتے۔ پھر ہماری ہدایت کے  
 لئے آئیے اسی پر ایک مدت گزر گئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اسلام کی اشاعت  
 اور ترقی ہو تو قبیلہ اوس کے چند آدمی مدینہ سے آپ کی خدمت میں بھیج دیئے جن  
 میں سے اس سال دو شخص اسد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس مشرف باسلام ہوئے  
 اور پھر آئندہ سال ان میں سے کچھ اور آئے جن میں سے چھ یا آٹھ آدمی مسلمان ہوئے  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم پیغامِ خداوندی کی تبلیغ میں میری  
 مدد کرو گے، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم بھی ہمارے آپس کی اوس اور خزرج  
 کی خانہ جنگیاں ہو رہی ہیں۔ اگر اس وقت جناب مدینہ تشریف لائے تو آپ کی بیعت  
 پر سب کا اجتماع نہ ہو سکے گا۔ ابھی ایک سال اس ارادہ کو ملتوی فرماویں۔ ممکن ہے کہ  
 ہمارے آپس میں صلح ہو جائے اور پھر اوس و خزرج مل کر اسلام قبول کر لیں۔ آئندہ  
 سال ہم پھر حاضر خدمت ہوں گے۔

اس وقت اس کا فیصلہ ہو سکے گا، یہ حضرات واپس مدینہ آئے اور مدینہ میں سب  
 سے پہلے مسجد بنی زریق میں قرآن پڑھا گیا۔

خداوندِ عالم کو منظور تھا کہ مدینہ میں اسلام کی اشاعت ہو، اسی سال پھر کے

۱۵ اس وقت مدینہ کی آبادی دو قسم کے لوگوں پر مشتمل تھی مشرکین اور اہل کتاب مشرکین دو بڑے قبیلوں پر منقسم تھے۔  
 اوس اور خزرج اور یہ دونوں ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اور تقریباً ایک سو بیس سال سے ان کے درمیان آپس  
 میں جنگ کا سلسلہ جاری تھا سیرۃ طیبہ ص ۱۱۷، اسی طرح یہودیوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ بنو قریظہ اور  
 بنو نضیر یہ دونوں بھی آپس میں قدیم عداوتیں رکھتے تھے (بیضاوی مع حاشیہ) ص ۱۲۰



عرصہ میں اوس و خزرج کے اکثر جھگڑے مٹ گئے اور سال آئندہ حج کے موقع پر حسب وعدہ بارہ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں دس قبیلہ خزرج کے اور دواؤس کے تھے، ان میں جو لوگ گذشتہ سال مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اب مسلمان ہو گئے اور سب کے سب آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے یہ بیعت چونکہ سب سے پہلے عقبہ کے پاس ہوئی تھی اس لئے اس بیعت کا نام بیعت عقبہ اولیٰ رکھا گیا (سیرت حلبیہ ص ۲۲ ج ۱)۔

یہ لوگ مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ واپس آئے تو مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا پرچا تھا اور ہر مجلس میں یہی ایک بات رہ گئی۔

## سب سے پہلا مدرسہ مدینہ طیبہ میں

مدینہ پہنچ کر اوس و خزرج کے ذمہ دار لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ یہاں بجز اللہ اسلام کی اشاعت ہو چکی ہے اب کسی صاحب کو ہمارے یہاں بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن شریف پڑھائے اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت اور ہمیں احکام شرعیہ کی تعلیم دے اور نماز میں ہمارے لئے امام بنے، آپ نے مصعب ابن عمیر کو تعلیم قرآن کے لئے بھیج دیا اور اسلام میں سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد مدینہ طیبہ میں پڑ گئی (سیرت حلبیہ ص ۲۰۳ جلد ۱)۔

آئندہ سال حج کے ایام میں مدینہ طیبہ سے ایک بڑا قافلہ مکہ معظمہ پہنچا، جن میں شہر مرد اور دواؤس میں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال کیا اور ان سے عقبہ کے پاس رات کو ملنے کا وعدہ فرمایا۔ حسب وعدہ نصف رات کے وقت

۱۵ یعنی جبرہ عقبہ جو منیٰ کے ابتدائی حصہ میں واقع ہے اور حج کرنے والے اس پر کنکریاں مارتے ہیں۔ بعد میں اس جگہ ایک مسجد میں تعمیر کر دی گئی تھی جو مسجد بیعت کے نام سے موسوم ہے۔

سب لوگ جمع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے چچا عباسؓ بھی تشریف لاتے اگرچہ حضرت عباسؓ اس وقت تک مسلمان نہ ہوتے تھے۔

جب سب جمع ہو گئے تو حضرت عباس نے ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ یہ میرا بھتیجا ربی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی قوم میں عزت و حفاظت کے ساتھ رہا ہے تم جو اس کو مدینہ لے جانا چاہتے ہو تو دیکھ لو، اگر تم ان کے عہد کو پورا کر سکو اور مخالفین سے ان کی پوری حفاظت کر سکو تو اس کا ذمہ لو ورنہ ان کو اپنے قبیلہ میں رہتے دو، مدنی قبیلہ کے سردار نے کہا، بے شک ہم اس کا ذمہ لیتے ہیں اور ہمارا ہی قصد ہے کہ آپ کی بیعت کو پورا کریں، یہ سن کر (عہد بیعت کو نچتہ کرنے کے لئے) حضرت اسعد بن زرارةؓ بول اٹھے: "اے اہل مدینہ ذرا ٹھہرو! تم سمجھتے ہو کہ آج تم کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ سمجھ لو کہ یہ بیعت تمام عرب و عجم کے مقابلے میں جنگ اور مخالفت کا عہد ہے، اگر تم اس کو تباہ سکتے ہو تو عہد کرو، ورنہ عذر کرو۔ اس پر سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم کسی حال میں اس بیعت سے ہٹنے والے نہیں، پھر عرض کیا یا رسول اللہ اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو ہمیں اس کی کیا جزا ملے گی، آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا اور جنت۔ یہ سن کر سب نے کہا کہ ہم اس پر راضی ہیں، آپ دست مبارک دیکھتے کہ ہم بیعت کریں، آپ نے ہاتھ بڑھایا اور سب بیعت سے مشرف ہوئے۔

خدا جانے اس رسول امین کی نظر فیض اثر اور چند کلمات نے ان لوگوں پر کیا اثر کیا تھا کہ ایک ہی صحبت میں تمام ذمیوی علاقوں اور جاہ و مال اور عزت و آبرو اس کے مقابلہ پر قربان کر سکنے کے لئے کمر بستہ ہو گئی اور پھر یہ رنگ ان کی اولاد تک قائم رہا، حضرت ام عمارہ جو شریک بیعت تھیں۔ ان کے صاحبزادے حضرت حبیبؓ کا واقعہ ہے کہ ان کو میلہ کذاب مدعی نبوت نے گرفتار کر لیا اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا رکھ کر نہایت بے دردی سے قتل کیا، لیکن اس عہد کے خلاف کوئی کلمہ زبان نہ نکالا۔

یہ ظالم اُن سے دریافت کیا کرتا تھا کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں تو وہ فرماتے بیشک، پھر پوچھتا کہ اس کی بھی گواہی دیتے ہو کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں؟ تو فرماتے ہرگز نہیں۔ اس پر وہ ان کا ایک عضو کاٹ لیتا تھا، پھر دوبارہ اسی طرح دریافت کرتا اور جب وہ اس کی نبوت کو ماننے سے انکار کرتے تو کم بخت ایک اور عضو کاٹ ڈالتا۔ اسی طرح ایک ایک عضو کے تمام بدن کے ٹکڑے کر دیتے (سیرت حلبیہ ص ۴۰۹) الغرض شہید ہو گئے کہ باوجود جرات ہونے کے اس کو گوارا نہ کیا کہ عہد اسلام کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالیں۔

اگر چہ خرمین عمرم غم تو داد بباد

بجاک پاتے معزیزت کہ عہد شکستم

اس کے بعد سب نے بیعت کی، اس وقت مباہلہ کی تعداد تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں، اور اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔

اسکے بعد سب اُن میں سے بارہ آدمیوں کو تمام قافلہ کا ذمہ دار امیر بنایا (حلبیہ ص ۴۱۰)

ہجرت مدینہ کی ابتداء

قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو اُن کے عینظ کی انتہاء تہ رہی اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ

چھوڑا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تے صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ صحابہ نے آہستہ آہستہ قریش سے خفیہ ایک ایک دُودو کر کے مکہ معظمہ سے

مدینہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ اور حقوڑے سے غیر مستطیع لوگوں کے علاوہ کوئی مسلمان

باقی نہ رہا۔ صدیق اکبرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا، مگر آپؐ نے اُن کو فرمایا کہ ابھی ٹھہرو۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دیدے۔ صدیق اکبرؓ اس کے انتظار میں

۱۲۰۰ھ (۱۰ھ) تیرے غم نے اگرچہ میرے خرمین عمر کو برباد کر دیا لیکن تیرے قدم شریف کی قسم کہ میں نے تیرا عہد نہیں توڑا۔ ۱۲۰۰ھ

رہے اور دو اونٹنیاں اس سفر کے لئے مہیا کیں ایک اپنے لئے اور دوسری آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ (سیرت مغلطائی ص ۳۱)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ

کفار قریش کو جب حالات معلوم ہوتے تو دارالندوہ میں مشورہ کے لئے جمع  
ہوتے کہ اب آپ کے معاملہ میں کیا کیا جائے کسی نے قید کرنے کی راتے دی اور کسی نے  
جلا وطن کرنے کی مگر ان کے چالاک لوگوں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں کیونکہ قید کرنے کی  
صورت میں ان کے اعوان و انصار ہم پر چڑھ آویں گے اور ہم سے چھڑالیں گے۔ اور  
جلا وطن کرنے کی صورت تو سراسر ہمارے لئے مضر ہے کیونکہ اس صورت میں اطراف مکہ  
کے عرب تمام آپ کے کریمانہ اخلاق اور شیریں کلام اور کلام پاک کے گرویدہ ہو جائیں گے  
اور وہ ان سب کو لے کر ہم پر چڑھائی کریں گے۔ (سیرت مغلطائی) اس لئے بدبخت  
ابوہبل نے یہ راتے دی کہ آپ کو قتل کیا جائے اور قتل میں ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک  
آدمی شریک ہو تاکہ بنی عبدمناف (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ) بدلہ لینے سے  
عاجز ہو جائے۔ سب نے اس راتے کو پسند کیا، اور ہر قبیلے کا ایک ایک جوان اس  
کام کے لئے مقرر کر دیا کہ فلاں رات میں یہ کام کیا جائے۔

ادھر خداوند عالم نے آپ کو ان کے مشورہ کی اطلاع دیدی اور آپ کو ہجرت کا حکم فرمایا  
جس رات میں کفار قریش نے اپنے خیالِ خام کو پورا کرنے کا ارادہ کیا اور مختلف  
قبائل کے بہت سے جوان آپ کے مکان کا محاصرہ کر کے بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے اس وقت ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ اور حضرت علیؓ کو ارشاد کیا کہ وہ آپ  
کی چار پائی پر آپ کی چادر اوڑھ کر سو جائیں تاکہ کفار کو آپ کے گھر میں نہ ہونیکا علم نہ ہو۔  
اس کے بعد آپ گھر سے باہر تشریف لاتے تو دروازہ پر قریش کا ایک میلانکا ہوا



تھا۔ آپ سورہ یسین شریف پڑھتے ہوئے باہر نکلے اور جب آیت **فَاغْشَيْنَا هُمْ**  
**فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ** پر پہنچے تو اس کو کئی مہذبہ دوہرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے  
ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ آپ کو نہ دیکھ سکے اور آپ صدیق اکبرؓ کے گھر  
تشریف لے گئے، وہ پہلے ہی سے بیمار تھے اور ایک راستہ بتانے والے کو بھی اپنے ساتھ  
تیار کر رکھا تھا۔

صدیق اکبرؓ آپ کے ساتھ ہوئے اور مکان کی پشت کی جانب سے ایک کھڑکی  
کے راستے سے دونوں باہر نکلے اور ٹور کی طرف تشریف لے گئے (ٹور مکہ کے قریب  
ایک پہاڑ ہے۔

**غار ثور کا قیام** | آپ اس پہاڑ کے ایک غار میں جا کر ٹھہر گئے، ادھر یہ قریشی  
جو ان صبح تک آپ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرتے رہے

اور بالآخر یہ معلوم ہوا کہ وہاں آپ کی جگہ علیؓ نہیں تو سخت پریشان ہوئے اور  
چاروں طرف اپنے قاصد آپ کی تلاش میں بھیجے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
گرفتار کرنے پر تنو اونٹ کا انعام مقرر کیا بہت سے آدمی آپ کی تلاش میں نکل کھڑے  
ہوئے اور بعض قیادہ شناس لوگ آپ کے نشان قدم پر تلاش کرتے ہوئے ٹھیک اس  
غار کے کنارے پر پہنچ بھی گئے۔ کہ اگر ذرا جھک کر دیکھتے تو صاف آپ کے سامنے تھے  
اس وقت صدیق اکبرؓ غمگین ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، گھبراؤ  
نہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ خدا کی قدرت کہ ان سب کی نظریں اس غار  
سے پھیر دی گئیں، اور کسی نے جھک کر نہ دیکھا بلکہ ان کے سب سے بڑے چالاک امیہ بن  
خلف نے کہا کہ یہاں ان کا ہونا محال ہے۔ کیونکہ حکم خداوندی اس غار کے دروازے  
پر رات رات میں مگرسی نے جالاتن دیا تھا اور جنگل کے کبوتر نے گھونسل بنا لیا تھا۔

۱۵ حضرت سہیل فرماتے ہیں کہ حرم کے کبوتروں کی نسل اس کبوتر سے چلی ہے۔ (سیرت مغلطائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ اس غار میں تین رات متواتر چھپے رہے یہاں تک کہ تلاش کرنے والے مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔

ان تینوں دنوں میں برابر صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے عبداللہ رات کو خفیہ آپ کے پاس آتے اور صبح سے پہلے ہی مکہ پہنچ جاتے تھے۔ دن بھر قریش کی خبریں سن کر راتوں کو آپ کے سامنے بیان کرتے تھے، اور ان کی بہن اسماء بنت ابوبکرؓ ہر رات میں کھانا آپ کے پاس پہنچاتی تھیں۔ چونکہ عرب کے لوگ نشانِ قدم کو بہت پہچانتے تھے۔ اس لئے عبداللہؓ نے اپنے غلام سے کہہ رکھا تھا کہ روزانہ بکریاں چرانے کے لئے اس غار تک لے جایا کرے تاکہ ان کے نشاناتِ قدم مٹ جائیں۔

**غار ثور سے مدینہ کی طرف روانگی** | غار ثور کے قیام کے تیسرے دن ربیع الاول ۱۱ھ بروز پیر صدیق اکبرؓ کے آزاد کردہ غلام

عامر بن فہیرہ دونوں اونٹنیاں لے کر پہنچے۔ جو اسی سفر کے لئے حضرت صدیقؓ نے مہیا کی تھیں اور ان کے ساتھ عبداللہ بن اریقیط بھی پہنچے جن کو راستہ بتلانے کے لئے اجرت دے کر ساتھ لے لیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ناقہ پر سوار ہو گئے اور صدیق اکبرؓ دوسری پر۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے ساتھ عامر بن فہیرہ کو بھی خدمت کے لئے بٹھایا اور عبداللہ بن اریقیط آگے آگے راستہ دکھانے کے لئے چلے۔

**سراقہ بن مالک کا راستہ میں پہنچنا اور اس کے بڑھے تو قریش کے قاصدوں کے گھوڑے کا زمین میں دھنسنے** | میں سے سراقہ بن مالک جو آپ

کی تلاش میں پھر رہا تھا یہاں تک پہنچ گیا۔ جب آپ کے قریب آیا تو اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سراقہ گر پڑا مگر پھر سوار ہو کر آپ کے پیچھے چلا، یہاں

لے جو آپ کی ولادت سے ۱۱۱ھ اور بعثت سے ۱۱۲ھ ہوتے ہیں۔

تک کہ آپ کی تلاوت قرآن کی آواز سنی، اس وقت صدیق اکبرؓ بار بار مڑ کر اس کو دیکھتے تھے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف التفات ہی نہ کیا۔ جب زیادہ قریب آگیا تو اس کے چاروں پاؤں زمین کے خشک اور سخت ہونے کے باوجود گھٹنوں تک اندر اتر گئے اور سراقہ دوبارہ زمین پر گر پڑا۔

اب ہر چند گھوڑے کو نکالتا ہے مگر وہ نہیں نکلتا۔ مجبور ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی تو آپؐ ٹھہر گئے اور آپ کی برکت سے گھوڑا وہاں سے نکل آیا (سیرت مغلطانی)۔

جب گھوڑے کے پاؤں زمین سے نکلے تو پاؤں کی جگہ سے ایک دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیا، اس کو دیکھ کر سراقہ اور بھی زیادہ ششدر رہ گیا اور نہایت عاجزی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے توشہ اور موجودہ سامان اونٹ وغیرہ پیش کرنے لگا، آپ نے اس کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ جب تم اسلام قبول نہیں کرتے تو ہم بھی تمہارے اونٹ وغیرہ قبول نہیں کرتے۔ بس اتنا کافی ہے۔ کہ تم ہمارے حال کو کسی سے بیان نہ کرو، سراقہ ادھر سے واپس ہوا اور جب تک آپ کے متعلق خطرہ ہو سکتا تھا اس وقت تک کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ (جلد ۶ ص ۲۳۶ ج ۱۰)۔

سراقہ کی زبان سے آپؐ کی نیوت کا اعتراف

”اے ابو حکم (ابو جہل) لات کی قسم، لات ایک بت کا نام ہے جس کی قریش پوجا کرتے تھے، اگر تم اس گھوڑے کے زمین میں دھنس جائیگا مشاہدہ کرتے تو تمہیں اس بات میں شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ محمد صلی اللہ علیہ

سے ابو جہل کی کنیت عرب میں ابو حکم تھی مگر اسلام سے منحرف ہونے سے اس کو ابو جہل کا خطاب دیا۔ اس معنیوں کو کسی نے اس شعر میں خوب ادا کیا ہے۔ اناس کنوہ اب حکم واللہ کناہ ابو جہل لے اصل اشعار یہ ہیں۔

وسلم) خدا کے رسول ہیں۔ میری رائے میں تمہیں لازم ہے کہ ان کی مخالفت سے خود بھی اجتناب کرو، اور لوگوں کو بھی منع کرو۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی کامیابی کے نشانات اس طرح چمک جائیں گے کہ تمام انسان اس کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم ان سے صلح کر لیتے۔ (سیرت مغلطائی ص ۲۵)۔

أباحکم واللات لو کنت شاہداً  
عجبت ولم تشکک بان محمداً  
علیک بکت الناس عنہ فاقنی  
بامر یود الناس قیہ یا سرہم  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ  
ام معید اور ان کے خاوند کا اسلام

لا مرجواذ اذ تسخ قوائمہ !  
نبی و برہان فمن ذ ایکا تمہ  
اذی امرہ یوما ستید و معالمہ  
لو بان جمیع الناس طرایسا لہ  
راستہ میں ایک عورت ر ا م معید  
بت خالد کے مکان پر گذر ہوا ان

کی بکری جو بالکل دودھ نہ دیتی تھی آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیر دیا تو وہ دودھ سے بھر گئی جس کو آپ نے بھی پیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلایا اور یہ برکت اسی طرح پرا بر جاری رہی، جب آپ یہاں سے رخصت ہوتے تو ام معید کا خاوند آیا۔ اور بکری کے دودھ کے متعلق یہ عجیب واقعہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ سبب پوچھا تو ام معید نے کہا کہ ایک نہایت شریف و کریم جوان آج ہمارے یہاں تھوڑی دیر کے لئے مہمان ہوئے تھے، یہ سب ان کی برکت ہے۔ خاوند یہ سن کر کہنے لگا۔ بخدا یہ تو وہی مکہ والے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد ان دونوں نے بھی ہجرت کی اور مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

**نزول قبا** | یہاں سے روانہ ہو کر آپ قبا پہنچے (یہ مدینہ کے قریب ایک مقام ہے)

اسے یہ اشعار سیرت مغلطائی کے نسخہ میں فلفط تھے، ان کی تصحیح روض الانف ص ۲ ج ۲ سے کی گئی ہے۔



انصار کو جب سے آپ کے تشریف لے آنے کی خبر پہنچی تھی روزانہ استقبال کے لئے بستی سے باہر آتے تھے اس روز بھی حسب دستور انتظار کر کے واپس ہو گئے تھے کہ یکا یک ایک آواز سنی گئی کہ جن کا انتظار تھا وہ تشریف لے آئے۔

آپ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر سب نے جوش مسرت سے استقبال کیا۔ اور آپ کے رفقاء نے چودہ روز قبائلی قیام فرمایا، اسی عرصہ میں آپ نے قبائلی ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی۔ حضرت علیؑ کی ہجرت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانتداری چونکہ قبائلی آپ سے مل جانا کفار کو بھی مسلم تھی اس لئے آپ کے پاس اکثر لوگوں کی امانتیں رہتی تھیں، بوقت ہجرت حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کو آپ نے اس لئے پیچھے چھوڑا تھا کہ جو امانتیں لوگوں کی آپ کے پاس تھیں وہ ان کے سپرد کر کے آپ کے پاس وہ بھی مدینہ پہنچ جائیں۔

اسلامی تاریخ کی ابتداء | اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسلامی تاریخ کی ابتداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی، اور اس کا پہلا مہینہ محرم کو قرار دیا۔

مدینہ طیبہ میں داخل ہونا | ماہ ربیع الاول بروز جمعہ قبا سے رخصت ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف روانگی ہوئی، انصار مدینہ جوش مسرت سے آپ کی سواری کے ارد گرد چل رہے تھے۔ کوئی پیڈل، کوئی سوار آپ کے ناقہ کی باگ تھامتے میں پیش قدمی کرنا چاہتا تھا۔ ہر شخص کی دلی تمنا تھی کہ آپ اس کے یہاں مقیم ہوں، عورتیں، بچے خوشی کے ترانے پڑھ رہے تھے۔ یہ چونکہ جمعہ کا دن تھا، نبی سالم

لے قیام قبا کے متعلق اقوال، تین دن اور چار یا پانچ دن اور بعض روایات میں بائیس دن مذکور ہیں (سیرت معلطاتی ص ۱۲) لے شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ التاریخ فی علم التاریخ میں اس کی تائید کی ہے۔ ۱۲ منہ

بنی عوف کے مکانات کے قریب جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ سواری سے اترے اور جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر سوار ہوئے، اب جس انصاری کا مکان راستہ میں پڑتا ہے وہ التجا کرتا ہے کہ میرے غریب خاتمہ پر قیام فرمائیے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اوٹنی کو اپنے حال پر چھوڑ دو، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ جس جگہ اس کو ٹھہرنے کا حکم ہے وہاں جا کر خود ٹھہر جائے گی، چنانچہ یہ اوٹنی اسی طرح چلتی رہی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھیال بنی عدی بن نجار کے مکانات آگئے تو ابو ایوب انصاری کے مکان کے سامنے جا کر اوٹنی بیٹھ گئی، آپ ابو ایوب کے مکان پر مہمان ہوئے اور ایک مدت تک انہی کے مکان پر مقیم رہے

**مسجد نبوی کی تعمیر** | اس وقت مدینہ میں کوئی مسجد موجود نہیں تھی، جس جگہ موقع ملتا نماز ادا کی جاتی تھی، اس کے بعد وہ جگہ خریدی گئی جس جگہ ناقہ بیٹھی تھی اس جگہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی جس کی دیواریں کچی اینٹوں کی اور ستون کھجور کے درخت کی لکڑی کے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی اور قبلہ کا رخ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا (جو اس وقت مسلمانوں کا قبلہ تھا)۔

اسے پھر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس میں اور جگہ بڑھائی مگر تعمیر اسی وضع کی باقی رکھی پھر حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ میں اس میں بہت بڑا اضافہ اور تعمیر کیا۔ جگہ بھی بہت بڑھادی اور دیواریں منقش پتھروں اور چاندی کے نقش و نگار سے آراستہ اور ستون منقش پتھروں کے اور چھت سال کی لکڑی کی بنائی۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں اس کے حکم سے مسجد کی توسیع کی اور ازواج مطہرات کے حجرات بھی اس میں شامل کر دیئے اس کے بعد ۱۶ھ میں خلیفہ مہدی نے اور اس کے بعد ۲۰ھ میں ماموں نے اس میں توسیع و تعمیرات کئے اور اس کی بنیاد کو خوب مضبوط کروایا۔ (سیرت مغلطائی ص ۲۱) اس کے بعد سلاطین آل عثمان نے نہایت عمدہ تعمیر کی جو اب تک موجود ہے اور اب موجود شاہ سعود نے اور شاہ فیصل نے توسیع کی ہے۔

مسجد کے ساتھ دو حجرے بھی بنائے گئے، ایک حضرت عائشہؓ کے لئے اور دوسرا  
سودہؓ کے لئے، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مکہ بھیجا کہ آپ  
کے آل و عترت کو مدینہ طیبہ لے آئے، اس وقت حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی سب اہل و  
عیال کو مدینہ بلوایا۔

چنانچہ ام المومنین سودہؓ اور دو صاحبزادیاں فاطمہؓ اور ام کلثومؓ مدینہ آ  
گئیں، میسرے صاحبزادی زینبؓ کو ان کے خاوند ابوالعاص نے (جو اس وقت تک  
مسلمان نہ ہوئے تھے) نہ آنے دیا اور ادھر صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ  
اپنی مادر اور دونوں بہنوں عائشہؓ اور اسماءؓ کو ساتھ لے کر مدینہ پہنچے۔  
اور اب مکہ میں صرف چند مسلمان رہ گئے جن کو سفر کی طاقت نہیں تھی بلکہ بعض  
ایسے لوگ بھی وہاں سے چل نکلے کہ راستہ ہی میں ان کی وفات ہو گئی۔



# ۱۰

## مشروعیت جہاد

### سریہ حمزہ و سریہ علیہ رضی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت ۲۰ سالہ زندگی کا اجمالی نقشہ ناظرین کے سامنے آچکا ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت کس طرح ہوئی اور وہ ہر طبقہ اور ہر قبیلہ کے ہزار ہا انسان جو ہجرت تک اسلام کے حلقہ بگوش بن کر کچھ ایسے مست ہوتے تھے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مال و اجداد، آباؤ اجداد میویوں اور بچوں سے بلکہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے، ان کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب کیا تھا، حکومت کا جبر و اکراہ تھا یا کوئی لالچ اور جاہ کی طمع تھی، یا کوئی پر شوکت جمعیت تھی جس کی تلوار نے ان کو مجبور کیا تھا، یا کچھ اور؟

لیکن جب اس نبی امی ران پر میرے ماں باپ قداموں صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو بلا وہم اختلاف ان سب کا جواب نفی میں ملتا ہے، اور ظاہر ہے کہ وہ تمیم جس کے والد کا سایہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس کے سر سے اٹھ چکا ہو، اور جس کو بچپن کے چھٹے سال میں والدہ کی آغوش شفقت سے بھی جواب مل گیا ہو جس کے گھر میں مہینوں آگ جلنے کی بھی نوبت نہ آتی ہو جس کے گھر والوں نے کبھی پیٹ بھر روٹی نہ کھائی ہو، جس کے رہے سے عزیز و قریب بھی ایک کلمہ حق کہنے



کی وجہ سے نہ صرف یکسو بلکہ سخت دشمن ہو گئے ہوں وہ کیا کسی پر حکومت کر سکتا یا مال کے لالچ سے یا تلوار کے زور سے کسی کو اپنا ہم خیال بنا سکتا تھا؟ اس کے علاوہ تاریخ کے دفتر سامنے ہیں جن میں بلا اختلاف موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے یہ تریپن سال اس طرح گزرے کہ ابتدائی بے سرو سامانی ویسے کسی کے بعد حیب اسلام کو ایک ظاہری قوت بھی حاصل ہوتی اور بڑے بڑے شجاع بہادر اور متمول صحابہ داخل اسلام بھی ہو گئے۔ اس وقت بھی اسلام نے کسی فریب پر ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ ظالموں کے ظلم کا جواب تک نہیں دیا۔ حالانکہ کفار مکہ کی طرف سے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس بلکہ آپ کے تمام متعلقین آل و اتباع پر بھی وہ مظالم ڈھائے گئے کہ بیان اور تحریر میں نہیں آسکتے۔

کفار قریش نے جو ہر قسم کی قوت و شوکت رکھتے تھے آپ کی ایذا رسانی بلکہ قتل کرنے میں کوئی امکانی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، جیسا کہ تین سال تک آپ کا مع اپنے متعلقین کے محصور رہنا، آپ کے ساتھ قریش کا مکمل مقاطعہ آپ کے قتل کے لئے سازشیں، صحابہ کرام کو ہر قسم کی ایذا میں پہنچانا وغیرہ آپ معلوم کر چکے ہیں۔ یہ سب کچھ تھا، مگر قرآن اپنے پیروؤں کو صبر و استقلال کے سوا کسی حربہ کے استعمال کی اجازت نہ دیتا تھا، ہاں اس وقت جس جہاد کا حکم تھا وہ یہ کہ کفار کو حکمت اور نصیحت کی باتوں سے اپنے رب کی طرف بلاؤ اور اگر باہمی مکالمے کی نوبت آئے تو حسن تدبیر اور نرم کلام سے ان کا مقابلہ کریں اور قرآن کے دلائل و اہم سے ان کے ساتھ پورا جہاد کرو تا کہ وہ حق کو سمجھ لیں۔

۱۰ آیت ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة  
وجاد لہم بالتی ہی احسن کا یہی مضمون ہے۔

۱۱ آیت وجاہدہم یہ جہاداً کبیراً کا یہی مطلب ہے ۱۲

اس وقت تک جو ہزار ہا انسان اسلام کے حلقہ بگوش بن کر ہر قسم کے مصائب کا نشانہ بننے پر راضی ہوئے ظاہر ہے کہ وہ کسی دنیوی طمع یا حکومت کے جبر یا تلوار کے ذریعہ سے مجبور نہیں ہو سکتے، اس کھلی ہوئی ہدایت کو دیکھتے ہوئے بھی کیا وہ لوگ خدا نہ شرمائیں گے جو اسلام کی حقانیت پر پر وہ ڈالنے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا یا گیا وہ اس کا کوئی جواب دے سکتے ہیں کہ ان تلوار چلانے والوں پر کس نے تلوار چلائی تھی جو نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ اسلام کی حمایت میں تلوار اٹھائے اور اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالنے پر راضی ہو گئے، کیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر کس نے تلوار چلا کر ان کو مسلمان بنایا تھا، اور ابو ذرؓ و انیسؓ اور ان کے قبیلہ کو کس نے مجبور کیا تھا کہ وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ عمارؓ و زویؓ کو کس نے مجبور کیا تھا اور طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے قبیلہ پر کس نے تلوار چلائی تھی اور قبیلہ بنی عبدالاشہل کو کس نے دبایا تھا اور تمام انصار مدنیہ پر کس کا زور تھا، جنہوں نے نہ فقط اسلام قبول کیا بلکہ آپؐ کو اپنے یہاں بلا کر تمام ذمہ داری اپنے سر لی اور اپنی جان و مال آپؐ پر قربان کئے۔ ہر یہ وہ اسلامی کو کس نے مجبور کیا تھا کہ ستر آدمیوں کی جماعت لے کر مدینہ کے راستے میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور برضا و رغبت مسلمان ہو گئے۔ نجاشی بادشاہ حبشہ پر کونسی تلوار چلائی تھی کہ باوجود اپنی سلطنت و شوکت کے قبل از ہجرت مسلمان ہو گئے۔ ابو ہریرہؓ اور تمیم اور نعیم وغیرہ وغیرہ پر کس نے زور دیا تھا۔ کہ ملک شام سے سفر کر کے آپؐ کی خدمت میں پہنچیں اور آپؐ کی غلامی اختیار کریں اور اسی قسم کے صد ہا واقعات جن سے کتب تاریخ بھری ہوئی ہیں، یہ ناقابل انکار مشاہدات ہیں جن کو دیکھ کر ہر انسان یہ یقین رکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔

۱۵۔ یہ سب واقعات منقرعہ ہدیہ سے لئے گئے ہیں۔

اسلام اپنی اشاعت میں تلوار کا محتاج نہیں | اور نہ فرضیت جہاد کا یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ لوگوں

کے گلے پر تلوار رکھ کر کہا جائے کہ مسلمان ہو جاؤ یا ان کو کسی جبر و اکراہ سے اسلام میں داخل کیا جائے، جہاد کے ساتھ ہی جزیہ کے احکام اور کفار کو اہل ذمہ بنا کر ان کے جان و مال کی حفاظت یا سب مسلمانوں کی طرح کرنے کے متعلق اسلامی قواعد خود اس کی شہادت میں کہ اسلام نے کبھی کفار کو اسلام قبول کرنے پر بعد فرضیت جہاد بھی مجبور نہیں کیا، اس لئے ایک منصف مزاج انسان کا فرض ہے کہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرے کہ اسلام میں فرضیت جہاد کس غرض اور کن فوائد کے لئے ہوتی اور اسے اس وقت یہ یقین کرنا پڑے گا کہ جس طرح وہ مذہب کامل نہیں سمجھا جاسکتا جس نے لوگوں کا گلا گھونٹ کر یہ جبر و اکراہ ان کو اپنے سلسلے میں داخل کیا ہو۔ اسی طرح وہ مذہب مکمل نہیں جس میں سیاست نہ ہو | وہ ڈاکٹر اپنے فن کا ماہر نہیں ہو وہ سیاست نہیں جس کے ساتھ تلوار نہ ہو | سکتا۔ جو صرف مرہم لگانا جانتا

ہے مگر سڑے ہوئے فاسد شدہ اعضاء کا آپریشن کرنا نہیں جانتا۔

کوئی عرب کے ساتھ ہو یا یونان کے ساتھ

کچھ بھی نہیں ہے تیغ نہ ہو جب قلم کے ساتھ

سمجھو اور خوب سمجھو کہ جب عالم کے جسم میں شرک کے زہریلے جراثیم پیدا ہو گئے۔

اور وہ ایک مریض جسم کی طرح ہو گیا تو رحمت خداوندی نے اس کیلئے ایک مصلح اور مشفق

طیب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجا جس نے تریپن سال تک متواتر اس کے ہر

عضو اور ہر رگ و ریشہ کی اصلاح کی فکر کی جس سے قابل اصلاح اعضاء تندرست

ہو گئے مگر بعض اعضاء جو بالکل سڑ چکے تھے ان کی اصلاح کی کوئی صورت نہ رہی،

۱۵ یہ نیکیں جو کفار سے ان کی حفاظت کے بدلہ میں وصول کیا جاتا ہے ۱۲ منہ۔

بلکہ خطرہ ہو گیا کہ ان کی سمیت تمام بدن میں سرایت کر جائے اس لئے حکیمانہ اصول کے موافق عین رحمت و حکمت کا اقتضاء ہی تھا کہ آپویشن کر کے ان اعفناء کو کاٹ دیا جائے یہی جہاد کی حقیقت ہے اور یہی تمام چار خانہ اور مدافعتیہ عزوات کا مقصد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عین میدان کا رزار گرم ہونے کے وقت بھی اسلام نے اپنے مقابل جماعت میں سے صرف انہی لوگوں کے قتل کی اجازت دی ہے جن کا مرض متعدی تھا، یعنی جو اسلام کے مٹانے کے منصوبے گانٹھتے اور برسرجنگ آتے تھے اور ان کے متعلقین عورتیں، بچے اور بوڑھے اور مذہبی علماء جو لڑائی میں حصہ نہیں لیتے، اس وقت بھی مسلمانوں کی تلوار سے مامون تھے بلکہ وہ لوگ جو کسی دباؤ سے مجبور ہو کر مقابلے پر آتے ہوں وہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے محفوظ تھے۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ غزوة بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ بنی ہاشم میں سے کوئی شخص تمہارے سامنے آئے تو اس کو قتل نہ کرنا کیونکہ وہ اپنی رضا سے جنگ میں شریک نہیں ہوتے بلکہ ان کو جبراً لایا گیا ہے۔ (از کنز ص ۲۷۲ ج ۵) بلکہ مقابلہ پر آنے والوں اور جنگ کرنے والوں سے بھی تا بقدر ان لوگوں کو بچایا جاتا تھا جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن اخلاق اور حسن معاشرت کی خبریں پہنچتی تھیں ذیل کا واقعہ ہمارے اس دعوے کی پوری شہادت ہے۔

جس وقت آپ فتح مکہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ارادہ جہاد کو بھی اس نے عام جاہلیت عرب کی لڑائیوں پر تپاس کے عرض کیا کہ اگر آپ خوبصورت عورتیں اور سرخ اونٹ چاہتے ہیں تو قبیلہ بنی مدلج پر چڑھائی کیجئے (کیونکہ ان میں اس کی کثرت ہے) لیکن یہاں صلح اور جنگ کا مقصد ہی کچھ اور تھا، ارشاد ہوا کہ مجھے حق تعالیٰ نے بنی مدلج پر چڑھائی کرنے سے منع فرمایا ہے کہ وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ (اجیاء العلوم)



اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سات جنگی قیدی پیش کئے گئے، آپ نے ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور حضرت علیؓ کو اس پر مامور فرمایا، اسی وقت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ ان چھ شخصوں کے لئے تو یہی حکم رکھتے لیکن اس ایک شخص کو آزاد کر دیجئے، آپ نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہ کہ یہ ایک خلاق اور سخی آدمی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ آپ اپنی طرف سے کہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم فرمایا ہے۔ (کنز العمال ص ۱۲۵ بحوالہ ابن الجوزی) اسلامی جہاد تہذیب کے مدعی یورپین اقوام عالم کی عالم سوز جنگ نہ تھی جس میں محض اپنی ہوس رانی کے لئے بلا امتیاز مرد و عورت اور محرم و غیر محرم شہر کے شہر انتہائی بے رحمی کے ساتھ تباہ و برباد کر دیئے جاتے ہیں اکبر مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے

ہو رہا ہے نفاذ حکم قتل ..... نہ کہیں اس کے بچتے ہیں نہ مکان  
تو ہیں خود آ کے اب تو میدان میں ..... پڑھتی ہیں گل من علیہا فان

لیکن حقیقت یہ ہے کہ لوگ دوسرے کی آنکھ کا تڑکا تک دیکھتے ہیں مگر اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ بقول اکبر

۱۷ زمین پر جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے۔ ۱۲ امنہ ۱۵ اگر یورپ کی خوفی تاریخ کے صرف وہ اوراق سامنے رکھ لئے جائیں جو اندلس کے عروج و نزول سے متعلق ہیں تو ان کی تہذیب و تمدن کی قلعی کھل جائے کیونکہ خود یورپین مورخین کے بیان و اقرار کے موافق وہاں یہ نظر آتا ہے کہ نویں صدی عیسوی سے سترہویں صدی عیسوی تک توپ و تفنگ قتل و غارت اور طرح طرح کے مصائب ڈال کر مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف مجبور کیا گیا۔ سینکڑوں بندگانِ خدا کو جلا کر خاک کر دیا گیا سینکڑوں کو قید کر کے ان کے سامنے ان کے بچوں کو ذبح کیا گیا لاکھوں مسلمان اپنے دین کی مخالفت کے لئے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ مغزناط کے میدان میں مسلمانوں کی اتنی ہزار قلمی نادر و نایاب کتابوں کا بے نظیر ذخیرہ تدمار تاش کر دیا گیا۔ سولہویں صدی میں ملک نپیب (بقیہ آئندہ صفحہ)

اپنے عیبوں کی نہ کچھ پروا دے غلط الزام لیں اور وہ بے لگا رکھا ہے  
یہی فرماتے رہے تیغ سے پھیلا اسلام یہ نہ ارشاد ہوا تو پ سے کیا پھیلا ہے  
الغرض مدافعت اور جارحانہ جہاد کا مقصد صرف مکارم اخلاق کی اشاعت اور اسلام  
کا تحفظ و تبلیغ اسلام کے راستے میں جو رکاوٹیں ڈالی جاتی تھیں ان کا ہٹانا تھا۔

ان تمام واقعات پر نظر ڈالنے کے بعد جس طرح عام یورپین متورخین اور مارگولیس  
وغیرہ کا یہ خیال بالکل غلط اور افتراء و بجاتا ہے کہ اسلامی جہاد کا مقصد لوگوں کو بجز  
مسلمان کرنا اور لوٹ مار کر کے اپنا معاش مہیا کرنا تھا اسی طرح اسلامی روایات اور  
تعالیم صحابہ کو جمع کرنے کے بعد اس میں بھی شک نہیں رہتا کہ اسلام میں جس طرح بغرض  
تحفظ مدافعت جہاد کو فرض کیا گیا ہے اسی طرح حفظ و تقدم اور مواقع تبلیغ کو راستے سے  
ہٹانے کے لئے جارحانہ جہاد بھی قیامت تک کے لئے ضروری کیا گیا ہے اور جس  
طرح مدافعت جہاد کی غرض لوگوں کو بجز مسلمان بنانا نہیں ہے اسی طرح جارحانہ جہاد  
کا مقصد بھی کسی طرح یہ نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ اسلام کا وسیع دامن عین وقت  
جہاد میں بھی کفار کو اپنی پناہ میں لینے اور کفر پر قائم رہتے ہوئے ان کی جان و مال،  
عزت و آبرو کی اسی طرح حفاظت کرنے کے لئے پھیلا ہوا ہے جس طرح ایک مسلمان  
کی حفاظت کی جاتی ہے جس میں مدافعت انداز اور جارحانہ جہاد دونوں برابر ہیں،

بقیہ حاشیہ: تے اپنی قلمرو میں عربی زبان کا ایک جملہ بولنے کو جرم قرار دیا مسلمانوں کے آثار کو ایک ایک  
کے مٹایا گیا، قرطبہ کی یکتا تے روزگار بے نظیر جامع مسجد میں متعدد گر جا ٹھرنائے گئے۔ قصر الحمراء و ہرا جو عالم میں  
بے نظیر اور بارہ ہزار برجوں پر مشتمل اور اشہد ان لا الہ الا اللہ کی آوازوں کو نچنے والے تھے ان میں صلیبیں قائم کی گئیں  
گر جے بنائے گئے جواب تک قائم ہیں (یہ سب بیان علامہ محمد کرد علی کا ہے جو ان کے رسالہ غایرالابن و عاقرایں مذکور  
ہے۔ جس میں انھوں نے اندلس کی عبدالمضی و حال کا موازنہ کیا ہے۔ ۱۲ منہ محمد شیعہ مدافعت (اصنافہ در طبع پنجم)  
۱۵ اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔

تیز دنیا میں حقیقی امن و امان قائم کرنا، ضعیفوں کو ظلم سے چھڑانا وغیرہ، جو جہاد کے مقاصد ہیں۔ ان میں بھی دونوں قسمیں یکساں ہیں اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسلامی روایات کو مسخ کر کے جارحانہ جہاد کا انکار کیا جائے جیسا کہ ہمارے بعض آزاد خیال مورخین نے کہا ہے۔

اس مختصر گزارش کے بعد ہم اپنے اصلی مقاصد کو شروع کرتے ہیں۔ ہجرت کے بعد جہاد و غزوات کا جو سلسلہ شروع ہوا جن میں سے بعض میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے اور بعض میں خاص صحابہ کی سرکردگی میں لشکر روانہ ہوئے، مورخین کی اصطلاح میں پہلی قسم کے جہاد کو غزوہ اور دوسری قسم کو سریہ کہتے ہیں۔ غزوات کی مجموعی تعداد تیس ہے جن میں سے نو میں جنگ کی نوبت آئی، باقی میں نہیں، اور سرایا تینتالیس ہیں اور یہ عجیب ہے کہ ان تمام غزوات اور سرایا میں یا وجود مسلمانوں کی بے سروسامانی اور قلت تعداد کے ہمیشہ فتح و نصرت ان ہی کا حصہ ہوتا تھا، البتہ صرف غزوہ احد میں اول فتح پانے کے بعد مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ بھی اس لئے کہ لشکر کے ایک ٹکڑے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے خلاف کیا تھا۔

ہم ان تمام غزوات و سرایا کو بغرض تو صیح ایک نقشہ کی صورت میں سنہ وار درج کرتے ہیں اور چونکہ غزوات و سرایا کی تاریخ اور تعداد میں اختلاف ہے اس لئے ہم نے اس تمام بیان میں حافظ حدیث علامہ مغلطانی کی سیرت پر اعتماد کیا ہے۔  
نقشہ یہ ہے :-

## غزوات و سرایا

سنہ ۱ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسریے روانہ فرمائے اول سریہ  
حزہ اور دوسرا سریہ عبیدہؓ۔

۳۔ میں پانچ غزوات ہوئے، غزوة الیواہس کو غزوة دو ان بھی کہتے ہیں  
 غزوة بدر کبریٰ، غزوة بدر کبریٰ، غزوة بدر کبریٰ، غزوة بدر کبریٰ، غزوة بدر کبریٰ  
 اور تین سرئیے اور روانہ ہوئے۔ سرئیہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ، سرئیہ عمیر رضی  
 اللہ عنہ، سرئیہ سالم رضی اللہ عنہ اس سال کے غزوات میں سب سے زیادہ اہم غزوة  
 بدر ہے۔

۴۔ میں تین غزوات ہوئے۔ غزوة غطفان، غزوة احد، غزوة حمر الاسد  
 اور دوسریے روانہ ہوئے، سرئیہ محمد بن مسلم، سرئیہ زید بن حارث  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس سال کے غزوات میں غزوة احد زیادہ  
 اہم ہے۔

۵۔ میں دو غزوات پیش آئے، غزوة بنی النضیر، غزوة بدر صغریٰ  
 اور چار سرئیے بھیجے گئے۔ سرئیہ ابوسلمہ، سرئیہ عبداللہ بن امیس، سرئیہ  
 منذر، سرئیہ مرشد۔

۶۔ میں چار غزوات ہوئے جن میں خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے۔ غزوة ذات الرقاع، غزوة دو متہ  
 الجندل، غزوة مرلیبیع جس کو غزوة بنی المصطلق بھی کہا جاتا ہے۔  
 غزوة خندق زیادہ اہم اور مشہور ہے۔

۷۔ میں تین غزوات پیش آئے، غزوة بنی لحيان، غزوة غابہ جس کو  
 ذی قرہ بھی کہا جاتا ہے، غزوة حدیبیہ اور گیارہ سراہہ روانہ کئے  
 گئے۔ سرئیہ محمد بن مسلمہ بجانب قرظاء، سرئیہ عکاشہ، سرئیہ محمد بن مسلمہ  
 بجانب ذی القصد، سرئیہ زید بن حارثہ بجانب بنی سلیم و سرئیہ  
 عبدالرحمن بن عوف، سرئیہ علی رضی اللہ عنہ، سرئیہ زید بن حارثہ بجانب ام قرہ،



سریہ عبداللہ بن عتیک، سریہ عبداللہ بن رواحہ، سریہ کرز بن جابر،  
سریہ عمرو الصمیری۔ اس سال کے غزوات میں واقعہ حدیبیہ زیادہ  
اہم ہے۔

۸۷۔ اس سال میں صرف ایک غزوہ خیبر واقع ہوا، جو اہم غزوات میں  
سے ہے اور پانچ سرایہ روانہ ہوئے۔ سریہ ابوبکر، سریہ بشیر بن  
سعد، سریہ غالب بن عبداللہ، سریہ بشیر، سریہ اجزم۔

۸۸۔ اس سال میں چار اہم غزوات پیش آئے، غزوہ موتہ، فتح مکہ معظمہ  
غزوہ حنین، غزوہ طائف اور دس سرایہ بھیجے گئے، سریہ غالب  
بجانب بنی الملوح، سریہ غالب بجانب فدک، سریہ شجاع، سریہ  
کعب، سریہ عمرو بن عاص، سریہ ابو عبیدہ بن الجراح، سریہ  
ابو قتادہ، سریہ خالد بن ولید، سریہ کوخیز، سریہ قطیفہ۔

۸۹۔ اس سال صرف ایک غزوہ تبوک واقع ہوا۔ جو اہم غزوات میں سے  
ہے اور تین سرایہ روانہ کئے، سریہ علقمہ، سریہ علی، سریہ عکاشہ۔

۹۰۔ اس سال صرف دو سرایہ روانہ کئے گئے، سریہ خالد بن ولید بجانب  
نجران اور سریہ علی بجانب یمن اور اسی سال حجۃ الوداع ہوا۔ اس  
سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک سریہ کی روانگی کا بسر  
کردگی حضرت اسامہؓ حکم فرمایا تھا جو آپ کی وفات کے بعد روانہ ہو سکا۔  
یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محدثین اور مورخین اسلام کی اصطلاح میں

غزوہ اور سریہ کا اطلاق کچھ ایسا عام ہے کہ ذرا ذرا سے معمولی واقعات کو  
بھی غزوہ اور سریہ کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ اگر ایک یا دو آدمی کسی مجرم کی

گرفتاری کے لئے گئے تو مورخین اس کو بھی سریہ کہتے ہیں، چند آدمی کسی معمولی قبیلے کی اصلاح یا ان کے حالات کی خبر لینے کو گئے ان کو سریہ کہا جاتا ہے۔

اسی طرح غزوہ کے مفہوم میں مورخین کی اصطلاح میں نہایت توسع ہے اور یہی وجہ ہے کہ غزوات یا سراہ کی مجموعی تعداد مذکورہ صدر بیان کے مطابق چھیا سٹھ تک پہنچتی ہے درتہ ہمارے سفر میں جہاد اور غزوہ میں اہم جنگ کو سمجھا جاتا ہے وہ ان تمام واقعات میں صرف چند ہیں جن کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

## اہم غزوات و سراہ اور واقعات متفرقہ

پہلا سریہ امارت حمزہؓ | ہجرت کے سات مہینہ کے بعد ماہ رمضان المبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کو تمسنا  
مہاجرین پر امیر لشکر بنا کر ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا اور قریش کے ایک قافلہ کی طرف روانہ کیا۔ لیکن جب یہ حضرات دریا کے کنارے پہنچے اور باہمی مقابلہ ہوا تو مجدی بن عمرو جہنی نے درمیان میں پڑ کر جنگ کو روک دیا۔

سریہ عبید بن الحارث اور اسلام | پھر شوال ۱ھ میں حضرت عبید بن الحارث کو ساٹھ آدمیوں کا امیر لشکر بنا  
میں تیر اندازی کا آغاز

کر بلطن رابع کی طرف ابوسفیان کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا، اسی جہاد میں اول تیر سعد بن ابی وقاصؓ نے کفار پر پھینکا اور یہ سب سے پہلا تیر ہے جو اسلام میں کفار پر چلایا گیا تھا۔

# تحويل قبلہ ، غزوہ بدر

## سریہ عبد اللہ بن جحش

اس سال سے اسلام کی زندگی میں ایک عظیم الشان تغیر یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا قبلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق بیت المقدس کے بجائے کعبہ قرار دیا جاتا ہے جو دنیا کا پہلا گھر ہے اور جسے لوگوں کو یک جہتی کے ساتھ خدا کی عبادت پر مجتمع کرنے کے لئے مرکز توجہ بنایا گیا ہے۔

اسی سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ہجرت پر حضرت عبد اللہ بن جحش کو امیر بنا کر ماہ رجب میں مقام نخعہ میں ایک قریشی قافلہ کے لئے روانہ فرمایا جس روز

سریہ عبد اللہ بن جحش اور  
اسلام میں پہلی غنیمت

قافلہ سامنے آیا تو اتفاقاً ماہ رجب کی پہلی تاریخ تھی اور رجب ان مہینوں میں سے ہے جن میں ابتداء اسلام میں قتل و قتال حرام تھا لیکن حضرات صحابہ اس تاریخ کو جادی الثانیہ کی تیسویں تاریخ سمجھ رہے تھے جیسا کہ باب النقول اور بیضاوی میں ابن جریر اور بیہقی سے نقل کیا ہے اس لئے مشورہ کے بعد یہی قرار پایا کہ مقابلہ کرنا چاہیے بالآخر مقابلہ ہوا تو رئیس قافلہ مارا گیا اور دو آدمی گرفتار ہوئے باقی بھاگ گئے اور مسلمانوں کو بہت سامان غنیمت ہاتھ آیا، جو امیر سریہ نے شرکاء جہاد میں تقسیم کر دیا اور پانچواں حصہ بیت المال کے لئے نکال رکھا اور بعض روایات میں ہے کہ کل مال غنیمت نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں شہر حرام یعنی رجب میں مقاتلہ کا حکم

تہ دیا تھا، بالآخر یہ مال غنیمت آپ نے غزوہ بدر سے فارغ ہونے کے بعد اس کے مال غنیمت کے ساتھ تقسیم کیا۔

اس واقعہ سے عرب میں یہ چرچا ہوا کہ آپ نے اشہر حرام میں قتال کو جائز کر دیا اس وقت آیت کریمہ **يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ** ان کے جواب کے لئے نازل ہوئی۔

**غزوہ بدر** | مدنیہ منورہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ایک کنوئیں کا نام بدر ہے اور اسی کے نام سے ایک گاؤں کی آبادی بھی ہے یہ عظیم الشان جہاد اسی سرزمین پر واقع ہے جس کا واقعہ بالا مختصراً یہ ہے۔

قریش کا مایہ ناز اور ان کی تمام ترقوت و شوکت کا سبب چونکہ مکہ شام کی تجارت تھی اس لئے سیاسی اصول کے مطابق ضرورت تھی کہ ان کی شوکت توڑنے کے لئے اس سلسلہ کو بند کیا جائے۔ ایک مرتبہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ مکہ شام سے آرہا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو ۱۲ رمضان المبارک ۳ھ کو تین سو چودہ صحابہ مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر مقابلے کے لئے خود بنفس نفیس تشریف لے گئے روحانی پہنچ کر ڈیرہ ڈال دیا (روحانیت کی جنوبی جانب میں چالیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) اُدھر قریشی قافلے کے سردار کو اس کی اطلاع ہو گئی، اس لئے وہ راستہ چھوڑ کر دریا کے کنارے کنارے قافلہ کو لے کر چلا اور ساتھ ہی ایک سوار کو مکہ کی طرف دوڑایا کہ قریش اپنی پوری طاقت کے ساتھ جلد موقع پر پہنچیں اور اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت کریں، قریش پہلے ہی مسلمانوں کے استیصال کے منصوبے کا ٹھہرے تھے؛ اس خبر کا مکہ میں پہنچنا تھا کہ فوراً نو سو سپاہی نوجوانوں کا ایک بڑا لشکر جن میں سو گھوڑے کے سوار اور سات سو اونٹ تھے آپ کے مقابلے کے لئے روانہ ہو گیا، اس لشکر میں قریش کے بڑے بڑے سردار اور متمول لوگ سب کے سب شریک تھے۔

**صحابہ کی جاٹشاری** | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپ



نے صحابہ سے مشورہ کیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ نے اپنی جان و مال کو پیش کر دیا، عمر ابن وقاص رضی اللہ عنہ اس وقت کم عمر تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرکت جہاد سے روک دیا تو وہ رونے لگے اس پر آپ نے اجازت عطا فرمائی اور وہ بھی شریک جہاد ہوئے۔

انصار میں سے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ نے اٹھ کر کہا کہ خدا کی قسم آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں (صحیح مسلم) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ مقدادؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے لڑیں گے۔ یہ سن کر آپ بہت مسرور ہوئے، آگے بڑھنے کا حکم فرمایا، بدر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان تو اپنے قافلہ تجارت کو لے کر نکل گیا ہے اور قریش کا بڑا لشکر اسی میدان کے دوسرے کنارے پڑا ہے اور قافلہ نکل جانے کے بعد بھی ابو جہل نے لوگوں کو یہی مشورہ دیا کہ جنگ کو ملتوی نہ کیا جائے۔

مسلمانوں کا لشکر یہ سن کر آگے بڑھا۔ لیکن قریش پہلے پہنچ کر ایسی جگہ پر قابض ہو چکے تھے جو جنگی محاذ کے لئے بہتر تھی۔ پانی کے مواقع بھی سب اسی طرف تھے۔ مسلمان پہنچے تو ایسی رتیل جگہ ان کے حصے میں آئی کہ اس میں چلتا دشوار ہونے کے علاوہ پانی کا نام نہیں۔

لیکن خداوند عالم فتح و نصرت کا وعدہ فرما چکا تھا، ایسے ہی اسباب مہیا  
**غیبی امداد** فرمادے کہ اسی وقت بارش ہوئی جس سے زمین کا ریت جم گیا، تمام لشکر نے سیراب ہو کر پانی پیا اور پلایا اور اپنے برتن سب بھر لئے اور زمین میں باقی ماندہ کو حوض بنا کر روک دیا گیا۔ ادھر اسی بارش نے کفار کی زمین پر اس قدر کھیر پیدا کر دیا کہ چلنا مشکل ہو گیا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفوف قتال کو درست کرنے کے لئے خود کھڑے ہوئے چنانچہ یہ لشکر ایک مستحکم دیوار کی صورت بن کر کھڑا ہوا۔

مسلمانوں کا ایقائے وعدہ | اس وقت جب کہ تین سو بے سرو سامان آدمیوں کا مقابلہ ایک ہزار باشوکت کافروں سے ہے ظاہر

ہے کہ ایک شخص بھی اس وقت ان کی امداد کو پہنچ جائے تو وہ کس قدر غنیمت معلوم ہوگا لیکن اسلام میں پابندی عہد ان سب باتوں سے مقدم ہے عین میدان کارزار میں حضرت خذلقہ رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے جہاد کے لئے پہنچتے ہیں مگر آپ نے اپنے راستے کا حوالہ بیان کرتے ہیں کہ راستے میں کفار نے روکا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کو جا رہے ہو ہم نے انکار کیا، اور عدم شرکت کا وعدہ کر لیا۔ جب آپ کو اس وعدہ کا علم ہوا تو دونوں کو شرکت جہاد سے روک دیا اور فرمایا کہ ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے ہمیں اللہ کی امداد کافی ہے اور میں صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جہاد کرتے ہیں۔

الغرض صفیں درست ہو گئیں تو پہلے قریش کے تین بہادر تیکھے مسلمانوں میں سے حضرت علیؓ اور حمزہ رضی اللہ عنہما اور عبیدہ بن الحارث نے ان کا مقابلہ کیا۔ تینوں کا قتل ہو گیا۔ مسلمانوں میں صرف عبیدہ زخمی ہوئے، حضرت علیؓ نے ان کو کتدھے پراٹھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا، آپ نے اپنے پائے مبارک سے تکیہ لگا کر ان کو لٹایا اور ان کے چہرے کا غبار خود دست مبارک سے صاف فرمایا۔

دامن سے وہ پونچتا ہے آنسو رونے کا کچھ آج ہی مزا ہے  
عبیدہ نے دم توڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں شہادت سے محروم رہا، آپ نے فرمایا کہ نہیں تم شہید ہو، اور میں اس پر گواہ ہوں، اب تو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے کہ آج ابوطالب زندہ ہوتے، تو انہیں تسلیم کرنا پڑتا کہ ان کے اشعار کا پورا مستحق میں ہوں یہ

اے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب جو ہمیشہ آپ کی حمایت میں سرگرم تھے انہوں نے اپنے جذبہ حمایت کو ان اشعار میں ادا فرمایا تھا۔

کذبتم وبتیت اللہ نبری محمدا ولما نطاعن دوتہ وناصل

بقیہ ص ۱۰ پر

جب عبیدہ کی وفات ہو گئی تو خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور اپنے دست مبارک سے دفن کیا یہ امتیازی فضیلت تمام صحابہ میں صرف عبیدہ کا حصہ تھا۔  
 (کنز) بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مند سے  
 کہ بوقت جاں سپردن بپوش رسیدہ باشی

اس وقت جب دونوں لشکر ملے تو دیکھا گیا صحابہ کا حیرت انگیز ایثار و جانبازی کہ بہت سے اپنے ہی تخت جگر تلواروں کی

زخمی میں مگر اس حزب اللہ کا عقیدہ تھا ہے  
 ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یکتن بیگانہ کا شنا باشد  
 چنانچہ جب صدیق اکبرؓ کے بیٹے (جو اب تک کا فرقہ میدان میں آئے تو حضرت صدیق کی تلوار ان کی طرف بڑھی۔ عتبہ سامنے آیا تو اس کے فرزند حضرت حذیفہؓ تلوار کھینچ کر باہر نکلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماموں میدان میں بڑھا تو فاروقی تلوار نے خود اس کا فیصلہ کیا (سیرت ابن ہشام و استیعاب ابن عبدالبر)  
 اس کے بعد گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ ادھر میدان کا رزار گرم تھا اور ادھر پیدالرسلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں پڑے ہوئے فتح و نصرت کی دُعا مانگ رہے تھے۔ بالآخر غیبی شہادت نے آپؐ کو مطمئن فرمایا:

وتسلمنا حتى نصرع حولنا وتذهل عن ابنائنا والملائل  
 یعنی بیت اللہ کی قسم تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر سخت نیرہ بازی اور تیر اندازی کے سپرد خاک کر دیں گے یا آپؐ کو دشمنوں کے سپرد کر دیں گے، یہاں تک کہ ہماری ہی لاشیں آپ کے گرد پڑی ہوں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو بھول جائیں (از کنز ص ۲، ۲ ج ۵) یعنی قریباً رشتہ دار جو خداوند تعالیٰ سے بیگانہ ہوں اس ایک شخص پر قداہے جو آتشائے حق ہو۔

**ابو جہل کی ہلاکت** | چونکہ ابو جہل کی شرارت اور اسلام کی دشمنی سب میں مشہور ہے اس لئے انصار میں سے حضرت معوذ اور معاذ دونوں بھائیوں نے عہد کیا تھا کہ وہ جب ابو جہل کو دیکھیں گے تو یا اسے مار دیں گے یا خود مر جائیں گے اس عہد پر یہ دونوں بھائی اپنا عہد پورا کرنے کے لئے نکلے مگر ابو جہل کو پہچانتے نہ تھے اس لئے عبد الرحمن بن عوف سے پوچھا کہ ابو جہل کونسا ہے انھوں نے اشارہ سے بتلایا، بتلانا تھا کہ دونوں باز کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے، ابو جہل اسی وقت خاک و خون میں تھا۔

ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے (جو بعد میں مسلمان ہوئے، پیچھے سے آکر معاذ کے شانہ پر تلوار ماری جس سے شانہ کٹ گیا مگر ایک قسمہ باقی رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا تعاقب کیا مگر وہ بھاگ گیا، پھر معاذ اسی حالت میں مصروف جہاد ہو گئے لیکن ہاتھ کے لٹکنے سے تکلیف ہوتی تھی اس لئے ہاتھ کو نیچے دبا کر کھینچا کہ وہ قسمہ بھی اگے ہو گیا اور پھر مصروف جہاد ہو گئے

(سیرت حلبیہ ص ۵۵۴ ج ۱)

**ایک عظیم الشان معجزہ، ایک مٹھی کنکروں سے سارے لشکر کو شکست اور ملائکہ کی امداد** | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی ایک مٹھی بھر کنکریاں دشمن کے لشکر کی طرف پھینکیں

اور پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ دفعۃً ان پر ٹوٹ پڑو۔

ادھر ظاہر انساب میں صحابہ کی تھوڑی سی جماعت ان کی طرف بڑھی اور ادھر خداوند عالم نے ملائکہ کی فوج مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیج دی اور اپنا وعدہ نصرت پورا فرما دیا۔

قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور باقی کے پاؤں اکھڑ گئے، بھاگنا شروع کیا مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ ان میں بعض کو قتل اور بعض کو قید کر لیا جس میں ستر آدمی مقتول اور ستر گرفتار ہوئے، قریش کے بڑے بڑے سردار عتبہ، شیبہ، ابو جہل، امیہ بن خلف سب ایک ایک کے مارے گئے اور ادھر مسلمانوں میں سے صرف چودہ آدمی شہید ہوئے پھر



مہاجرین میں سے اٹھ انصار میں سے۔  
 تنبیہ: یہ غزوہ دراصل اول سے آخر تک اسلام کا کھلا معجزہ تھا۔ ورنہ اس میں  
 مسلمانوں کی فتح کوئی معنی نہیں رکھتی، کیونکہ اُدھر ایک ہزار نوجوانوں کا عظیم الشان لشکر  
 ہے اور ادھر صرف تین سو چودہ آدمی، اُدھر بڑے بڑے دولت مند اُمراء ہیں جو تنہا سارے  
 لشکر کی رسد وغیرہ کا خرچ خود اٹھا سکتے ہیں اور ادھر بے سرو سامان مقلس لوگ، اُدھر  
 سواروں کی جمعیت اور ادھر مسلمانوں کے لشکر میں صرف دو گھوڑے، ادھر ہر قسم کے  
 ہتھیار و اسلحہ کی بھرمار اور ادھر صرف معدود تلوار ہیں۔

یورپ میں مورخین حیرت میں ہیں کہ یہ کیسے ہو گیا۔ انہیں خبر نہیں کہ فتح و نصرت، کامیابی  
 یا ناکامی، گھوڑوں اور تلواروں یا مال و دولت کے قبضے میں نہیں ہیں بلکہ اس میں کوئی ہاتھ  
 کار فرما ہے لیکن اسباب ظاہری کے دلدادہ، برق و بھاپ کے پوجنے والے کہاں اس  
 حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔ اکبر نے خوب کہا ہے ۵

چھوڑ کر بیٹھا ہے یورپ آسمانی باپ کو بس خدا سمجھا ہے اُس نے برق کو اور بھاپ کو

ایسران جنگ بدر کیساتھ مسلمانوں کا سلوک

تہذیب کے مدعی یورپیوں کے لئے سبق

ایسران جنگ بدر جب مدینہ

طیبہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے دو دو چار چار

کر کے صحابہ میں تقسیم کر دیئے اور سب کو حکم فرمایا کہ ان کو آرام کے ساتھ رکھیں جس کا اثر

یہ تھا کہ صحابہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود صرف کھجوروں پر بسر کرتے تھے۔

حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی ابو عزیز بھی ان قیدیوں میں تھے۔ ان کا بیان ہے کہ

مجھے جن انصار کے سپرد کیا گیا تھا جب وہ کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے

تھے اور خود صرف کھجوروں پر بسر کرتے تھے۔

ایسران جنگ کے معاملہ میں بعد مشورہ صحابہ یہ طے ہوا کہ قدرے لے کر چھوڑ دیا جائے

چنانچہ چار چار ہزار فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔

ان قیدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس

## اسلامی مساوات

بھی تھے (جو بعد میں مسلمان ہوئے) حضرت عباس رات کو قید کی تکلیف سے کہہ رہے تھے، اُن کی آواز آپ کے گوش مبارک میں پہنچی تو نیند اڑ گئی، لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ کو نیند کیوں نہیں آئی، ارشاد ہوا کہ میں کیسے سو سکتا ہوں جب کہ میرے عم ہرزگواری کے کہنے کی آواز میرے کانوں میں پڑ رہی ہے (کنز، ص ۲۰۳) یہ سب کچھ تھا مگر مساوات اسلامی اس کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اپنے ضعیف العمر عم ہرزگواری کو قید سے رہا کر دیا جائے جس طرح سب سے فدیہ لیا گیا، اُن سے بھی اسی طرح دیا گیا بلکہ عام قیدیوں کی نسبت سے کچھ زیادہ، کیونکہ عام اسیروں سے چار ہزار اور امراء سے کچھ زیادہ لیا گیا، حضرت عباس بھی غنی تھے اُن کو بھی چار ہزار سے زیادہ دینا پڑا۔

انصار نے بھی عرض کیا کہ عباس سے فدیہ معاف کر دیا جائے مگر اسلامی مساوات میں ہرزگواری اقارب اور دوست دشمن سب برابر تھے، انصار کے کہنے پر بھی یہ قبول نہیں کیا گیا۔ اسی طرح آپ کے داماد حضرت ابوالعاص بھی ایسران جنگ میں آئے، اُن کے پاس فدیہ کے لئے مال نہ تھا۔ اس لئے اُن کی زوجہ یعنی آنحضرت کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو جو مکہ میں مقیم تھیں کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیجیں۔ اُن کے گلے میں ایک ہار تھا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے اُن کے جہیز میں دیا تھا، وہی گلے سے اتار کر بھیج دیا، جب آپ نے یہ ہار دیکھا تو بے اختیار آپ کی آنکھوں میں آنسو بھرائے اور صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم سب راضی ہو تو زینبؓ کے پاس یہ اس کی والدہ کی یادگار ہے۔ اس کو واپس کر دو۔ صحابہ نے بخوشی قبول کر کے واپس کر دیا اور ابوالعاص سے کہہ دیا کہ حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں (مشکوٰۃ بحوالہ البراد و احمد ص ۳۴۶) ابوالعاص آزاد ہو کر مکہ پہنچے اور شرط کے موافق حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیجا، ابوالعاص ایک بڑے تاجر تھے اتفاقاً دوسری

## ابوالعاص کا اسلام

کو مدینہ بھیجا، ابوالعاص ایک بڑے تاجر تھے اتفاقاً دوسری

مرتبہ پھر ملک شام سے مال لاتے ہوئے پکڑے گئے اور پھر اس مرتبہ رہا ہو کہ مکہ واپس آئے  
تو تمام شکر کا حساب بیباق کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے اور لوگوں سے کہہ دیا کہ میں اس لئے  
یہاں آ کر مسلمان ہوتا ہوں کہ لوگ یوں نہ کہیں کہ ہمارا مال نے کہ تقاضہ کے ڈرنے مسلمان  
ہو گیا یا بجزیرہ و اگر اہ مسلمان کہ لیا گیا (تاریخ طبری)

بدر کے قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے کپڑے  
دلواد بیئے مگر حضرت عباس کا قد اس قدر لمبا تھا کہ کسی کا کرتہ اُن کے بدن پر راست نہ آیا  
تو عبد اللہ بن ابی ربیع المناقین نے اپنا کرتہ دے دیا۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنا کرتہ عبد اللہ بن ابی کے کفن میں عنایت فرمایا تھا اس  
میں اس احسان کا معاوضہ بھی ملحوظ تھا (صحیح بخاری)

اسلامی سیاست اور ترقی تعلیم | اسیرانِ جنگ میں جو لوگ قیدی نہیں دے سکتے تھے  
ان میں سے جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اُن  
سے کہا گیا کہ تم دس بچوں کو لکھنا سکھا دو، یہی تمہارا فدیہ ہے، حضرت زید بن ثابت نے  
اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔

اس سال کے واقعات متفرقہ | اسی سال اتراد کے روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے تو لوگ آپ کی  
صاحبزادی حضرت رقیہؓ کو دفن کر کے ماتھ جھاڑ رہے تھے۔ (سیرت مغلطائی ص ۴۵)  
اسی سال بعد واپسی غزوہ بدر پہلی مرتبہ عید الفطر پڑھی گئی۔ رمضان کے روزے اور  
صدقہ الفطر بھی اسی سال واجب ہوئے۔ عید الفطر پڑھی گئی نیز عید الاضحیٰ کی نماز اور  
قربانی بھی اسی سال واجب ہوئیں (سیرت مغلطائی)  
اس سال ماہ ذی الحجہ میں حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی

## ۳

# غزوة اُحد و غطفان وغیره

غزوة غطفان اور آپ  
کے خلقِ عظیم کا معجزہ

۳۰ میں ساڑھے چار سو آدمی لے کر و عشور بن  
المحارث محارب بنی مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقابلہ کے لئے تشریف لائے

تو سب نے بھاگ بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن ہو کر میدان سے  
واپس آئے اس وقت اتفاقاً بارش سے آپ کے کپڑے تر ہو گئے۔ آپ نے اُن کو سکھانے  
کے لئے نکال کر درخت پر پھیلا دیئے اور خود اُن کے سایہ میں لیٹ گئے۔

ادھر پہاڑ کے اوپر و عشور دیکھ رہا تھا، جب اُس نے دیکھا کہ آپ مطمئن ہو کر لیٹ گئے  
تو سیدھا آپ کے سر ہانے پہنچا اور تلوار کھینچ کر سامنے آیا اور کہا تبارک و تاب تمہیں میرے  
ہاتھ سے کون بچائے گا۔ مگر مقابلے میں خدا کا رسول تھا بغیر کسی ہراس کے جواب دیا کہ اے  
اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ اس کلمہ کا سُنا تھا کہ و عشور کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور تلوار ہاتھ  
سے گر گئی اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھا کر فرمایا تم بولو، اب تمہیں کون بچائے گا؟  
اس کے پاس اس کے سوا کیا جواب تھا کہ کوئی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بیچارگی  
پر رحم آگیا اور اس کو معاف فرما کر چھوڑ دیا (سیرت منغلطانی ص ۴۹)

و عشور یہاں سے اٹھا اور یہ اٹھے کہ اٹھا کہ نہ فقط خود مسلمان ہوا بلکہ اپنی قوم میں جا کر  
اسلام کا ایک زبردست مبلغ بن گیا ہے

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوحیاں  
دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

اے شہرہ چشمی سے اعتراض کر نیوالی یورپنی اقام دکھیں کہ اشاعت اسلام کا ذریعہ خلیقِ عظیم تھانہ تلوار کا زور یا  
— مال کی طرح — ۱۲ —



حضرت حفصہ اور زینب سے نکاح | شعبان ۳ء میں ام المومنین حضرت حفصہؓ اور رمضان ۳ء میں حضرت زینب بنت خزیمہؓ

آپ کے نکاح میں آئیں (سیرت منطوائی)

## غزوہ اُحد

اُحد مدینہ کے قریب ایک پہاڑ ہے جس جگہ جہاد ہوا ہے، اسی جگہ حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر بھی ہے یہ باتفاق جمہور شوال ۳ء میں ہوا ہے اور تاریخ میں مختلف اقوال ہیں ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ (ذرقانی شرح مواہب ص ۲۰ جلد ۲)

بدر کے شکست خوردہ مشرکین نے سال بھر کے بعد جب کچھ ہوش سنبھالا تو حرارت انتقام بڑھنے لگی اور اس مرتبہ نہایت اہتمام سے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور اس غرض کے لئے تین ہزار نوجوانوں کا لشکر پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھا، جن میں سات سو زبیں اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے اور چودہ عورتیں بھی اس غرض کے لئے ساتھ تھیں کہ مردوں کو غیرت دلائیں اور اگر بھاگیں تو لعنت ملامت سے شرمادیں۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ جو اس وقت اسلام لائے تھے مگر ابھی تک مکہ میں ہی مقیم تھے، انھوں نے فوراً تمام حالات لکھ کر ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیے، آپ کو اطلاع ہوئی تو فوراً دو آدمی تحقیق حالاً کے لئے بھیجے، انھوں نے آکر خبر دی کہ قریش کا لشکر مدینہ آ پہنچا، چونکہ شہر پر حملہ کا اندیشہ تھا۔ ہر طرف پہرے بٹھا دیئے گئے اور صبح کو آپ صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد ایک ہزار صحابہ کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لائے، جن میں عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے تین سو ہم خیال منافقین بھی شامل تھے، مگر یہ سب کے سب راستے ہی سے واپس ہو گئے اور اب مسلمانوں کا لشکر صرف سات سو ہی رہ گیا۔

فوج کی ترتیب اور صحابہ کے لڑکوں کا شوق جہاد | مدینہ سے نکل کر جب فوج کا

واپس کر دیئے گئے مگر بچوں میں جہاد کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ جب رافع بن خدیج سے کہا گیا کہ تمہاری عمر کم ہے، تم واپس جاؤ تو بچوں کے بل اتن کر کھڑے ہو گئے کہ اونچے معلوم ہونے لگیں چنانچہ وہ جہاد میں لے لئے گئے۔

سمرہ ابن مجذوب جو ان کے ہم عمر تھے، جب انھوں نے دیکھا تو عرض کیا کہ میں تو رافع کو لڑائی میں سچاڑ سکتا ہوں، اگر وہ جہاد میں لے جاتے ہیں تو مجھے بدرجہ اولیٰ لینا چاہیے۔ ان کے کہنے کے مطابق دونوں میں مقابلہ کرایا گیا۔ سمرہ نے رافع کو سچاڑ دیا اور ان کو بھی جہاد میں لے لیا گیا (تاریخ طبری ج ۳ ش ۱)

کیا اشاعت اسلام کو بزورِ شمشیر کہنے والے ان قربانیوں کو دیکھ کر بھی اپنے اتر سے نہ شرمائیں گے؟

الغرض مقابلہ پر پہنچ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفت آرائی فرمائی، اُحد پہاڑ پشت کی طرف تھا، اس لئے اس کی طرف سے غنیم کے آنے کا احتمال تھا، آپ نے سچا پس آدمی پہاڑ پر پہرے کے لئے کھڑے کر دیئے اور ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا نہ ہو مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔

لڑائی شروع ہوئی اور ویزنک گھمسان کی لڑائی کے بعد جب فوجیں ٹہلیں تو مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا، قریش بدحواس ہو کر منتشر ہو گئے مسلمانوں نے مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا، یہ دیکھتے ہی وہ لوگ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آ گئے جن کو عقب کی جانب پہاڑ پر نگرانی کے لئے مقرر فرما دیا تھا۔ ان کے امیر عبداللہ بن جبیر نے بہت منع کیا مگر وہ یہ سمجھ کر کہ اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہاں سے ہٹ گئے، تہ رُکے اور یہاں صرف چند صحابہ رہ گئے۔ یہ دیکھ کر خالد بن ولید نے (جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے اور کفار



قریش کا مشہور بہادر عبد اللہ ابن قیسہ ہفتوں  
آپ کے چہرہ انور کا زخمی ہوتا کہ چیرتا ہوا آگے بڑھا اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے چہرہ انور پر تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں گھس گئیں  
اور ایک دندان مبارک شہید ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ خود کی کڑیوں کو زخم سے نکالنے  
کے لئے آگے بڑھے تو ابو عبیدہ ابن جراح نے قسم دی کہ خدا کے لئے یہ خدمت مجھے  
کرنے دو اور خود آگے بڑھ کر ہاتھ کے بجائے اپنے منہ سے ان کڑیوں کو کھینچا تو پہلی  
مرتبہ ایک کڑی نکلی مگر ساتھ ہی اس کے زور سے ابو عبیدہ کا ایک دانت گر گیا۔ یہ دیکھ  
کر دوسری کڑی نکالنے کے لئے حضرت صدیقؓ بڑھنے لگے تو ابو عبیدہ نے پھر قسم دیکر ان  
کو روکا اور خود ہی دوبارہ اسی طرح منہ سے دوسری کڑی نکالی جس کے ساتھ ابو عبیدہؓ  
کا دوسرا دانت بھی گر گیا (ابن جان و طبرانی و دارقطنی وغیرہ از کنز ص ۲۷۴ ج ۵)  
آپ ایک گڑھے میں گر پڑے جو کفار نے اس لئے بنایا تھا کہ مسلمان اس میں گریں۔

یہ دیکھ کر جاں باز صحابہؓ آپ پر چھا گئے، تیروں اور  
تلواریں کی بارش ہو رہی تھی مگر یہ سب صحابہ اپنے اوپر

لیتے تھے۔ حضرت ابو جہانہؓ جھک کر آپ کی ڈھال بن گئے تھے، جو تیرا آتا ان کی پشت  
میں لگتا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے تیروں اور تلواروں کو اپنے اوپر روکا جس سے ہاتھ کٹ کر گر گیا  
(بخاری) اور جنگ کے بعد دیکھا گیا تو ان کے بدن پر ستر سے زیادہ زخم تھے۔

(ابن جان و غیرہ از کنز ص ۲۷۴ ج ۵)

ابو طلحہؓ ایک ڈھال کے ذریعہ آپ کی حفاظت کر رہے تھے۔ آپ جب گردن اٹھا کر  
فوج کی طرف دیکھتے تو ابو طلحہؓ کہتے تھے یا رسول اللہ! آپ سر نہ اٹھائیے نصیب اعداء  
کوئی تیر نہ لگ جائے، اس کے لئے آپ سے پہلے میرا سینہ موجود ہے (بخاری غزوہ اُحد)  
ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر میں قتل ہو گیا تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟



آپ نے فرمایا کہ "جنت میں" ان کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں جو کھا رہے تھے یہ سنتے ہی انہیں پھینک کر سیدھے معرکہ میں پہنچے اور سرگرم قتال ہونے کے بعد شہید ہو گئے (بخاری غزوہ اُحد)۔

یہ قریش بد بخت بے رحمی کے ساتھ آپ پر تیر تلواریں برس رہے تھے مگر رحمت اللعالمین کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے **اللَّهُمَّ اَعِزِّ لِقَوْمِي قَاتِلَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ** (اے میرے پروردگار میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جانتے نہیں) (فتح الباری ہندی ج ۱ ص ۲۸ غزوہ اُحد) چہرہ انور سے خون جاری تھا اور سراپا رحمت اس کو کسی کپڑے وغیرہ سے پونچتے جاتے تھے اور فرمایا کہ اگر اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جاتا تو سب پر عذاب خداوندی نازل ہو جاتا (فتح الباری غزوہ اُحد)۔ اس غزوہ میں کفار کے صرف بائیس یا تیس آدمی مارے گئے اور مسلمانوں میں سے ستر آدمی شہید ہوئے۔

۲

## سریہ منذر بجانب بیرونہ

اسی سال ماہ صفر میں آپ نے ستر صحابہؓ کا ایک دستہ اہل نجد کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا، جن میں بڑے بڑے علماء و صلحاء شامل تھے، وہاں پہنچے تو عامر، رعل، زکوان، عصبیہ ان کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے، بالآخر جنگ ہوئی اور اتفاقاً سب شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے سخت رنج پہنچا، یہاں تک کہ آپ نے ان لوگوں کے قاتلین کے لئے چند روز صبح کی نماز میں بدوعا فرمائی (سیرت منغلطی ص ۵۳) اور اسی سال ماہ شوال میں حضرت حسنؓ کی ولادت ہوئی اور حضرت ام سلمہؓ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے عقید میں آئیں۔

## ۵۰

### قریش اور یہود کی منفقہ سازش اور غزوہ احزاب

قریش اور یہود کا اتفاق | جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہاں یہود سے مصالحت کا معاہدہ فرمایا تھا جس کو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفا کرتے رہے لیکن چونکہ یہودی مدینہ طیبہ کے رئیس اور برٹے مانے جاتے آپ کے تشریف لانے کے بعد اسلام کی روز افزوں ترقی اور شوکت کو دیکھ کر ان کو سخت غیظا ہوتا تھا اور اسی لئے ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے آزاد رہتے تھے۔

غزوہ بدر میں جب مسلمانوں کو حیرت انگیز فتحیابی ہوئی تو ان کے غیظ و غضب کی انتہاء نہ رہی اور بالآخر انہوں نے علانیہ عہد شکنی شروع کر دی، چنانچہ سائے میں ان کے قبیلہ بنی قینقاع نے اعلان جنگ کیا، یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری شروع کی، مقابلہ ہوا تو وہ سب قلعہ بند ہو گئے، کچھ عرصہ محصور رہنے کے بعد جلاوطن ہو کر قینقاع شام کے علاقہ میں بنو نصیر خیر وغیرہ میں چلے گئے۔

ادھر قریش مکہ پہلے سے یہاں کے یہود اور منافقین کو خطوط لکھ کر نہ صرف مخالفت پر اکسایا ہے تھے بلکہ یہ دھمکی بھی ساتھ تھی کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہاں سے نکال نہ دو گے تو تم تمہارے ساتھ ہی جنگ کریں گے (ابوداؤد)

اس وقت یہ اسباب باہمی ربط و اتحاد کا بہانہ بن گئے اور اب قریش مکہ یہود مدینہ اور منافقین سب کی مجموعی طاقتیں اسلام کے خلاف کھڑی ہو گئیں مکہ سے مدینہ تک تمام قبائل

میں ایک آگ سی لگ گئی، چنانچہ غزوہ ذات الرقاع مورخہ ۱۰ محرم ۳۱ھ اسی سازش کا نتیجہ تھا اور پھر غزوہ دومۃ الجندل جو ربیع الاول ۳۱ھ میں واقع ہوا وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ غزوہ بنی مصطلق مورخہ ۲ شعبان ۳۱ھ کا باعث بھی یہی متفقہ سازش تھی۔ یہ سازشیں ایک عرصہ تک اسی طرح مختلف صورتوں میں ظاہر ہو رہی تھیں کہ ترقی کرتی رہیں۔

## غزوہ احزاب اور خندق

بالآخر ذی قعدہ ۳۱ھ میں سب نے اپنی پوری قوتیں جمع کر کے یک بارگی مدینہ طیبہ پر حملہ کی ٹھہرائی اور اس طرح دس ہزار آدمیوں کا لشکر حجاز مسلمانوں کو مٹانے کے لئے مدینہ طیبہ کی طرف بڑھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر ہوئی تو صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی نے رائے دی کہ کھلے میدان میں جنگ کرنا مناسب نہیں، بلکہ جس طرف سے مدینہ کے اندران کے گھسنے کا احتمال ہے اس طرف خندق کھودی جائے چنانچہ آپ تین ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر خندق کھودنے کے لئے خود بھی کمر بستہ ہو گئے۔ چھ دن میں یہ پانچ گز گہری خندق اس طرح تیار ہوئی کہ اس کے کھودنے میں خود سید المرسل (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دست مبارک کا ایک بڑا حصہ تھا۔ (سیرت معلطانی ص ۵۶) ایک مرتبہ خندق کھودتے ہوئے ایک پتھر کی چٹان نکل آئی جس کی وجہ سے سب کے سب عاجز ہو گئے، آپ نے خود دست مبارک سے ایک بچاؤ مارا تو اس کے ٹکڑے اڑ گئے، غرض خندق تیار ہو گئی۔

ادھر کفار کا لشکر آپہنچا اور مدینہ کا محاصرہ کر لیا تقریباً پندرہ روز تک مسلمان اس میں محصور رہے۔

محاصرہ کی وجہ سے مدینہ میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ رسد کی قلت سے صحابہ پر تین تین تاقے گذر گئے۔

ایک روز مسنطر ہو کر صحابہ نے اپنے پیٹ کھول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے کہ سب نے پیٹ سے پتھر باندھ رکھے تھے، آپ نے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے ادھر محاصرین جب خندق عبور نہ کر سکے تو وہیں سے تیر اور پتھر برسائے شروع کر دیئے جانے سے مسلسل تیر اندازی ہوئی اسی سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔

کفار پر ہوا کا طوفان اور نصرت الہی

بالآخر خداوند کریم نے اس بے پروا کفار جماعت کی امداد فرمائی اور لشکر کفار پر ہوا کا ایک ایسا طوفان مسلط فرما دیا کہ خمیوں کی چوہیں اکھڑ گئیں، چوہوں سے دیکھیا اٹ گئیں، جس نے ان کی فوج کے حواس معطل کر دیئے اور ان کا سامان رسد بھی ختم ہو گیا۔ ادھر حضرت نعیم ابن مسعود نے ایک ایسی تدبیر کی کہ جس سے کفار کے لشکر میں بھڑک پڑ گئی، غرض ایسے اسباب جمع ہو گئے کہ اب کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں میدان صاف ہو گیا۔

واقعات متفرقہ

اسی سال میں حج فرض ہوا، اس تاریخ میں اور بھی مختلف احوال ہیں، اس سال ماہ جمادی الاولیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے فوت ہوئے اور آخر سوال میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور ذیقعدہ میں زینب بنت جحش آپ کے عقد میں آئیں اسی سال مدینہ میں زلزلہ آیا اور خسوف قمر ہوا (مغلطائی ص ۵۵)

۶

صلح حدیبیہ، بیعت رضوان  
شروع ذیقعدہ ۳ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا ارادہ فرمایا اور عمرہ کا



احرام باندھا صحابہؓ کی بھی ایک بڑی جماعت جس کی تعداد چودہ پندرہ سو بیان کی جاتی ہے آپ کے ساتھ ہوئی (سیرت متعلقاتی)

حدیبیہ مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنواں ہے اور کسی کے نام سے گاؤں کا نام بھی حدیبیہ مشہور ہے، آپ نے وہاں پہنچ کر قیام فرمایا۔

ایک کنواں بالکل خشک تھا، آپ کے اہل خانہ سے اس میں اتنا پانی آگیا کہ سب سیراب ہو گئے۔

**آپ کا معجزہ**

یہاں پہنچ کر آپ نے حضرت عثمان کو مکہ بھیجا کہ قریش کو مطلع کر دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت محض زیارت بیت اللہ اور عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں اور کوئی سیاسی غرض نہیں۔ حضرت عثمانؓ مکہ پہنچے تو کفار نے ان کو روک لیا، ادھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ کفار نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ایک بول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جہاد پر بیعت لی جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اور جس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خیر غلط تھی، بلکہ قریش نے سہیل بن عمرو کو شرائط طے کرنے کے لئے بھیجا حسب ذیل شرائط طے ہو کر عہد نامہ لکھا گیا اور دس سال کیلئے باہمی صلح ہو گئی (۱) مسلمان اس وقت واپس جائیں (۲) آئندہ سال صرف تین دن قیام کر کے واپس جائیں (۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں، تلوار ساتھ میں ہو تو میان میں رکھیں (۴) مکہ سے کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور (۵) اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو اسے منع نہ کریں (۶) اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیں اور (۷) اگر مدینہ سے کوئی آجائے تو کفار اسے واپس نہ کریں۔

یہ تمام شرائط اگرچہ مسلمانوں کے نفعات تھیں اور یہ صلح بظاہر مغلوبہ تھی لیکن خدا تعالیٰ نے اس کا نام فتح رکھا اور اسی سفر میں سورہ فتح نازل ہوئی صحابہ کو اس طرح دُوب کر

صلح کرنا سخت ناگوار تھا، حضرت عمرؓ نے تو باصرار آپؐ کی خدمت میں عرض کیا، لیکن آپؐ نے فرمایا کہ مجھے خدا کا یہی حکم ہے اور اسی میں ہمارے مستقبل کی تمام فلاح منسب ہے چنانچہ بعد کے واقعات نے اس معرکہ کو حل کر دیا، کیونکہ اس صلح کی بدولت اطمینان کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان آمد و رفت شروع ہو گئی۔ کفار آپؐ کی خدمت میں اور مسلمانوں کے پاس آنے جانے لگے۔ ادھر اسلامی اخلاق کی مقناطیسی کشش نے ان کو کھینچنا شروع کیا مورخین کا بیان ہے کہ اس عرصہ میں اس قدر کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ اتنے کبھی نہیں ہوئے تھے اور درحقیقت یہ صلح فتح مکہ کا پیش خیمہ تھی۔

## سلاطین دنیا کو دعوتی خطوط

اس صلح کی وجہ سے راستہ مامون ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ یہ حق کی آواز تمام دنیا کے بادشاہوں تک بھی پہنچا دی جائے چنانچہ عمرو بن امیہؓ کو اسمعہ نامی نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف بھیجا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو دونوں آنکھوں پر رکھا اور تخت سے نیچے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور خوش دلی سے اسلام قبول کر لیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں انتقال کر گیا وجیہ کلبیؓ کو ہرقل نامی بادشاہ روم کے پاس بھیجا، اُسے بھی دلائل قاطعہ اور کتب سابقہ کی شہادتوں سے ثابت ہو گیا کہ آپؐ نبی برحق ہیں، چنانچہ اسلام لانے کا ارادہ کر لیا مگر اس پر تمام رعیت یرہم ہو گئی۔ اور اس کو یہ قومی خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو یہ لوگ مجھے سلطنت سے معزول کر دیں گے۔ اس لیے اسلام لانے سے رُک گیا۔

حضرت عبداللہ ابن حذافہؓ کو کسریٰ خسرو پیردیز کج کلاہ ایران کی طرف روانہ فرمایا اس بد بخت نے نامہ مبارک کے ساتھ گستاخی کی اور چاک کر کے پارہ پارہ کر دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی، تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت

کو اسی طرح پارہ پارہ کرے جس طرح اس نے ہمارے خط کو کیا ہے۔  
 سید المرسل کی دعا کیسے خالی جاتی، تھوڑے ہی عرصہ بعد خسرو پر ویزہ خود اپنے  
 بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے نہایت بے دروی کے ساتھ مارا گیا۔  
 اور حاطب بن ابی بلتعزم کو سلطان مصر و اسکندریہ (مقوقس) کی طرف بھیجا اس  
 کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت اور آپ کی صداقت ڈال دی چنانچہ  
 حضرت حاطب کیساتھ بہت اچھا سلوک کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چند تحفے  
 بھیجے، جن میں ایک کنیز ماریہ قہطیہ رضی اللہ عنہا اور ایک سفید خچر جس کا نام دلک تھا اور ایک وایت  
 میں ہے کہ ایک ہزار دینار اور بیس جوڑے بھی بدیہ میں تھے۔

اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو بادشاہان عمان یعنی حبیر اور عبد اللہ کے پاس بھیجا،  
 ان کو بھی ذاتی تحقیق اور کتب سابقہ کے ذریعے سے آپ کی نبوت کا کما حقہ یقین ہو گیا  
 اور دونوں مسلمان ہو گئے اور اسی وقت سے مال زکوٰۃ کا جمع کرنا شروع کر دیا اور حضرت  
 عمرو بن عاصؓ کے سپرد کر دیا (از سرور المحزون وغیرہ)

حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کا اسلام

خالد بن ولید اس وقت تک  
 اسلام کے ہر معرکہ میں مسلمانوں  
 کے خلاف جنگ کرتے تھے، اکثر غزوات میں اور بالخصوص احد میں محض ان ہی کے ذریعہ  
 کفار کے اگھڑے ہوئے پاؤں جمے تھے، لیکن صلح حدیبیہ کے بعد خود بخود مسلمان ہونے  
 کے لئے سفر کرتے ہیں۔ راستہ میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ  
 بھی اسی قصد سے جا رہے ہیں۔

دونوں ساتھ پہنچ کر مشرف باسلام ہوئے (اصابہ للحاقظ)

## غزوة خیبر فتح فذک و عمرہ قضا

یہود مدینہ نبو نضیر جب خیبر میں جا کر آباد ہوئے تو خیبر یہودیت کا مرکز بن گیا تھا۔ یہ لوگ تمام اطراف کے عرب کو اسلام کے خلاف بھڑکاتے تھے، محرم یا جمادی الاول ۶ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار سو سپاہیوں اور دو سو سواروں کے ساتھ ان پر جہاد کے لئے تشریف لے گئے، قتل و قتال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو فتح دی اور یہود کے تمام قلعے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

اس جہاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیادہ حصہ لیا، اور باب خیبر کو تنہا ہاتھ سے اکھاڑ دیا، حالانکہ ستر آدمی اس کے ہلانے سے عاجز تھے اور بعض روایات میں ہے کہ اس دروازہ کو آپ نے بجائے ڈھال کے استعمال کیا۔ (زرقانی ص ۶۲۹ ج ۲)

**فتح فذک** | خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود فذک کی طرف ایک رسالہ بھیجا، انھوں نے صلح کر لی۔

**عمرہ قضا** | صلح حدیبیہ میں جو عمرہ چھوڑ دیا گیا تھا اور کفار قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور تین دن سے زائد قیام نہ کریں گے، اس سال حسب وعدہ آپ مع تمام رفقاء کے پھر تشریف لے گئے اور شرائط معاہدہ کی پوری پابندی کے ساتھ عمرہ ادا فرما کر واپس تشریف لے آئے۔

## سریہ موتہ و فتح مکہ معظمہ

**سریہ موتہ** | موتہ ملک شام میں شہر بلقار کے مصافحات میں بیت المقدس سے تقریباً دو سو

سے مدینہ یسیر سے شام کی جانب تین چار منزل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے (زرقانی صفحہ ۲۱، جلد ۲)



کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے، یہاں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان پہلی جنگ ہوئی جس کا باعث یہ تھا کہ عمرو بن شریک نے جو شاہ روم کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حارث بن عمیر کو قتل کر دیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہد کے نصف میں تین ہزار صحابہ کا لشکر اس کی طرف روانہ کیا جب لشکر موتہ کے قریب پہنچا تو رومیوں کو اطلاع ہوئی وہ ڈیرہ لاکھ لشکر لے کر مقابلہ کے لئے نکلے، چند روز جنگ ہونے کے بعد خدا تعالیٰ نے ڈیرہ لاکھ کفار پر تین ہزار مسلمانوں کا رعب اس طرح ڈال دیا کہ پسپا ہونے کے سوا ان کو کوئی صورت نجات نہ ملی (تخصیص النیرۃ)

## فتح مکہ

حدیبیہ میں جو صلح نامہ لکھا گیا تھا، مسلمان اپنی عادت کے موافق پوری پابندی کے ساتھ اس پر عامل تھے کہ مشہد میں قریش نے عہد شکنی کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیج کر قریش کے سامنے چند شرطیں تجدد عہد صلح کے لئے پیش فرمائیں اور آخر میں تحریر فرمادیا کہ اگر یہ شرطیں منظور نہ ہوں تو حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔ قریش نے نقص معاہدہ ہی کو پسند کیا۔

بالآخر آپ نے جہاد کی پوری تیاری شروع کر دی اور ۱۰ رمضان المبارک مشہد بروز چہار شنبہ عصر کے بعد دس ہزار صحابہ کی جمعیت کیساتھ آپ مدینہ سے نکلے۔ مقام کدیبہ میں مغرب کا وقت ہو گیا تو روزہ افطار فرمایا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت خالد بن ولید کو لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ روانہ کیا کہ اوپر کی جانب سے مکہ میں داخل ہوں اور ان سے فرمایا کہ جو شخص تم سے مقابلہ نہ کرے تم بھی اس سے قتال نہ کرنا۔

ادھر دوسری جانب سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے اور اعلان فرمادیا کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے

اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے، البتہ صرف گیارہ مردوں اور چار عورتوں کا خون معاف فرما دیا، جن کا وجود ہر قسم کے فتنوں کا مجسمہ تھا۔ مگر یہ سب منتشر ہو گئے اور پھر ان میں سے اکثر آدمی بعد فتح مکہ کے مدینہ طیبہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

۲۰ رمضان یوم جمعہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا، اس وقت تک کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، آپ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جب آپ کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اشارہ فرمادیتے تھے اور وہ بت منہ کے بل گر پڑتا تھا اور یہ آیت کریمہ زبان مبارک پر تھی جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

فتح کے بعد قریش کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک | طواف سے فارغ ہو کر آپ نے کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ مشیبی

حاجب کعبہ سے لے لی اور اندر تشریف لے گئے۔ وہاں سے باہر تشریف لانے کے بعد مقام ابراہیم پر نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے، لوگ اس کے منتظر تھے کہ آج قریش کے حق میں آپ کا کیا حکم صادر ہوتا ہے لیکن رحمت عالم نے قریش کو خطاب کر کے فرمایا، کہ تم ہر طرح آزاد ہو اور مامون ہو، پھر کعبہ کی کنجی بھی ان ہی کو واپس دے دی (تلخیص السیرۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق اور ابوسفیان کا اسلام | ابوسفیان جواب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریش کے سب سے بڑے علمبردار تھے اور تقریباً قریش کے تمام معرکوں میں ان کی

فوج کے افسر بھی یہی ہوتے تھے فتح مکہ سے پہلے اسلامی لشکر کی خبر لینے کے لئے مکہ سے باہر نکلے تھے۔ صحابہ نے گرفتار کر لیا۔ لیکن جب گرفتار ہو کر رحمت للعالمین کے دربار میں حاضر کئے جاتے ہیں تو وہاں سے معافی کا حکم ہو جاتا ہے، اور اسی کا یہ اثر ہے کہ ابوسفیان فوراً اسلام کے علمتہ گروش ہو جاتے ہیں اور اب ہم ان کو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

فتح مکہ کے دن ایک شخص ہانپتا ہانپتا ہوا حاضر ہوا۔ سر اپار جنت نے ارشاد فرمایا کہ  
 ٹھہرو مصلحتیں رہو میں کوئی بادشاہ نہیں بلکہ ایک معمولی عورت کا بیٹا ہوں۔  
 فتح مکہ کے بعد آپؐ پندرہ روزہ مکہ معظمہ میں مقیم رہے، اس وقت انصار کو یہ خیال  
 ہو کہ رنج تھا کہ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہیں اقامت فرمائیں گے اور ہم آپ سے دور  
 ہو جائیں گے مگر جب آپ کو ان کے اس خیال کی اطلاع ہوئی تو فرمایا نہیں، بلکہ اب تو ہماری  
 موت و حیات تمہارے ساتھ ہے۔ پھر حضرت عتاب ابن اسید کو مکہ کا امیر مقرر فرما کر خود  
 مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

غزوہ حنین | فتح مکہ کے بعد عام طور سے عرب اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا، کیونکہ  
 ان میں کثرت سے وہ لوگ تھے جو اسلام کی حقانیت کا پورا یقین رکھنے  
 کے باوجود قریش کی شوکت کے ڈر سے مسلمان ہونے میں توقف اور فتح مکہ کا انتظار  
 کر رہے تھے، اس وقت وہ سب کے سب فوج و رفق اسلام میں داخل ہو گئے اور  
 باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہوں۔

البتہ دو قبیلے ہوازن اور ثقیف غیرت کی وجہ سے آمادہ جنگ ہو کر مکہ معظمہ کی طرف  
 مسلمانوں کے قتال کے لئے بڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو آپؐ نے  
 بارہ ہزار کا لشکر مقابلے کے لئے جمع کیا، جن میں دس ہزار تو مہاجرین و انصار تھے جو  
 مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار تو مسلم تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے اور یہ اب  
 تک اسلامی لشکروں میں سب سے بڑی تعداد تھی، ۶ شوال ۶ ہجری کو یہ حزب اللہ خدائی لشکر  
 روانہ ہوا اور جب وادی حنین میں پہنچا تو دشمن پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپے ہوئے تھے۔ فوراً  
 مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، چونکہ ابھی تک ترتیب صفوف بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے اسلامی  
 لشکر کا اگلا حصہ پسپا ہونے لگا۔

۱۰ سیرت معلطانی بروایت بخاری ص ۱۰۱، اس میں اور بھی مختلف اقوال ہیں۔

اس پسپائی کا ظاہری سبب تو یہی ہے ترتیبی تھی لیکن حقیقی سبب وہ ہے جس کی طرف قرآن عزیز نے اشارہ کیا ہے۔ یعنی مسلمان اس وقت خلافت عادت اپنی کثرت اور ساز و سامان دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور بعض صحابہ کی، یہاں تک کہ صدیق اکبرؓ کی زبان پر یہ کلمات آگئے کہ آج تو ہم مغلوب نہیں ہو سکتے، اس لئے مالک بے نیاز نے ان کو تنبیہ کرنے کے لئے یہ صورت ظاہر فرمائی تاکہ مسلمان سمجھ لیں کہ ہماری فتح و شکست ہمارے ہاتھوں اور تیروں اور تلواروں کا کھیل نہیں بلکہ ہے

ایں ہمہ مستی و بیہوشی نہ حسدِ بادہ بود

با حریفان آنچه کرد آں نرگس مستانہ کرد

پد میں بے سرو سامانی کے ساتھ فتح میں اور حنین میں اس قدر ساز و سامان کے باوجود شکست کا یہی راز تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت دوزخ پہنچے ہوئے ایک پتھر پر سوار تھے جس کو دل کہا جاتا تھا قبائل کو پسپا ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ کے ارشاد سے حضرت عباس نے ایک دلیرانہ آواز دی جس سے لوگوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر جم گئے اور طرفین سے قتل و قتال شروع ہو گیا۔

ایک عظیم الشان معجزہ ایک مٹھی خاک سے تمام لشکرِ غنیم کو شکست

اُدھر آپ نے زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھا کر لشکرِ غنیم کی طرف پھینکی جس کو قدرتِ خداوندی نے مخالفتِ لشکر کے ہر سپاہی کی آنکھوں میں اس طرح پہنچا دیا تھا کہ کوئی ایک آنکھ اس سے نہ بچ سکی (سیرت منعلطائی ص ۷۲) آخر دشمن مغلوب و مغلوب ہو کر بھاگے، مسلمانوں نے جوشِ انتقام میں بچوں اور عورتوں کی طرف ہاتھ بڑھایا

لے اور غالباً اسی شعر کا ترجمہ کسی نے اردو زبان میں اس طرح کیا ہے

چرخ کو کب یہ سلیقہ بے ستمگاری میں کوئی معشوق ہے اس پر وہ رنگاری میں



تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔

**غزوہ طائف** | اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف متوجہ ہوئے جہاں نبی ثقیف اور ہوازن کا مرکز تھا۔ تقریباً اٹھارہ دن تک اس کا محاصرہ کیا، لیکن فتح نہ ہوا۔ جب آپ وہاں تشریف لائے تو ابھی راستہ ہی میں تھے کہ مقام جراتہ میں طائف سے قبیلہ ہوازن کے وفد آپ کی خدمت میں پہنچے اور درخواست کی کہ حسین کے موقع پر جو ان کے لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے تھے، ان کو واپس کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا کہ ان کے قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ آپ طائف سے واپس آ کر مدینہ میں مقیم ہو گئے تو اہل طائف کا ایک وفد حاضر خدمت ہو کر اور خود درخواست کر کے داخل اسلام ہو گیا۔

**عمرہ جعرانہ** | اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ ہی سے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور اعرام باندھ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور اوائلی عمرہ کے بعد پھر مدینہ طیبہ کو واپسی ہوئی ۶ ذیقعدہ ۶ھ کو مدینہ میں داخل ہوئے۔

## ۹

### غزوہ تبوک: حج الاسلام

وفود کی آمد اور فوج در فوج مسلمان ہونا

**غزوہ تبوک اور اسلام** | طائف سے واپسی کے بعد ۹ھ کے نصف تک مدینہ میں مقیم رہے، پھر آپ کو اطلاع ملی کہ غزوہ مسبوۃ کے شکست خوردہ رومیوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے مقام تبوک میں (جو مسلمانوں سے چودہ سو میل کے فاصلے پر ہے) بہت کچھ تیاریاں کر رکھی ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی تیاری شروع کی لیکن اس وقت مسلمان قحط سالی کی وجہ سے نہایت تنگدستی اور افلاس کی حالت میں تھے اور اس پر مزید یہ کہ سخت گرمی پڑ رہی تھی، لیکن جاں نثاروں کی جماعت تھی کہ اس کے باوجود بھی جہاد کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ چندہ کیا گیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ لاکر رکھ دیا اور حضرت عثمان غنیؓ نے ایک عظیم الشان امداد سامان جنگ وغیرہ سے پیش کی جو نو سو اونٹ اور گھوڑوں پر مشتمل تھی (سیرت معلطائی ص ۷۲)

جمعات کے روز ماہ رجب میں تیس ہزار صحابہ کی جمعیت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے چلے۔

راستہ میں ابوذر غفاریؓ کو دیکھا کہ سب سے علیحدہ علیحدہ چل رہے ہیں، تو فرمایا دنیا سے علیحدہ ہی چلیں گے اور علیحدہ ہی زندگی گزاریں

**چند معجزات**

گے اور علیحدہ ہی مریں گے، چنانچہ ٹھیک ایسا ہی ہوا۔

اسی غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی اور آپؐ کو بذر بیوہ جی بتلایا گیا کہ اس کی مہار ایک درخت میں فلاں جگہ اُلجھ گئی ہے وہاں جا کر دیکھا تو یہی صورت سامنے آئی (معلطائی ص ۷۶)

تبوک جب پہنچے تو اس جگہ کوئی نہ تھا۔ ہر قتل بادشاہ جس چلا گیا تھا، آپ نے حضرت خالدؓ کو اکید نصرانی کی طرف بھیجا اور پیشین گوئی کے طور پر فرمایا کہ تم رات کے وقت اس سے ملو گے جب کہ وہ شکار کر رہا ہوگا، خالد پہنچے تو ٹھیک یہی واقعہ پیش آیا اور اس کو گرفتار کر لائے۔

الغرض آپ تقریباً پندرہ بیس روز وہیں مقیم رہے، لیکن کوئی مقابلے پر نہیں آیا تو واپسی کا ارادہ ہوا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا۔ رمضان المبارک ۹ھ میں واپس مدینہ پہنچے۔

مسجد ضرار کو آگ لگانا | واپسی کے بعد آپ نے اس جگہ آگ لگا دینے کا حکم فرمایا جو منافقین نے مسلمانوں کے خلاف مشورہ کرنے

کے لئے مسجد کے نام سے بنائی تھی۔ اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اس کا نام مسجد رکھ دیا تھا (مغلطائی) اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسجد ضرار درحقیقت مسجد تھی۔

اسلام میں داخلہ | صلح حدیبیہ کے بعد جب راستے مامون ہوئے تو اشاعت اسلام جس کو امن و امان ہی کی ضرورت تھی ایک حد تک وسیع پیمانے

پر ہو سکی۔ اور اسی لئے اس صلح کا نام آسمانی دفتروں میں فتح رکھا ہوا تھا لیکن پھر بھی کچھ لوگ قریش کے دباؤ کی وجہ سے اسلام میں داخل نہ ہو سکے تھے، فتح مکہ نے اس قصہ کو

بھی تمام کر دیا اور اب قرآن عظیم نے تمام عرب میں گھر گھر پہنچ کر اپنے ابجازی نصرت سے سب کے قلوب پر سکھٹھا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو کسی طرح اسلام اور مسلمان

کی سورت نہ دیکھنا چاہتے تھے آج جو حق اور جو حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دور درازہ کے سفر طے کرتے ہوئے وفود کی صورت میں پہنچتے ہیں اور برضا و رغبت اسلام

کے حلقہ بگوش بن کر اپنا جان و مال فدا کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور یہ وفود اکثر ۹۰ میں حاضر اقدس ہوئے۔

وقد تلتیف | تبوک سے واپسی کے بعد ہی مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا اور پھر پے در پے وفود آنے شروع ہو گئے جن کی تعداد ستر تک

نقل کی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض کے واقعات مختصراً یہ ہیں۔

وقد تلتیف فرارہ | پہلے ہی مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

وقد تلتیف تمیم | آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ مکالمات کے بعد سب کے سب مسلمان ہو کر وطن کو لوٹ گئے۔

وفد نبی سعد ابن بکر اس وفد کے امیر فتہام بن ثعبینہ تھے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے سوالات کئے، آپ نے سب کے شافی جواب دیئے اور پوری تحقیق مذہب اور شرح صدر کے بعد مشرف باسلام ہو کر اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور قوم میں تبلیغ کی جس کی وجہ سے ان کی ساری قوم مسلمان ہو گئی۔

سورہ صافات کی ابتدائی آیات سننے ہی ان کے قلوب میں اسلام وفد کتدہ نے گھر کر لیا۔

وفد نبی عبد القیس پہلے نصاریٰ تھے، سب کے سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے، آپ نے ضروری امور اسلامی ان کو تعلیم فرمائے۔

وفد نبی حنیفہ بھی حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ان میں مسیلہ بھی شامل تھا جو بعد میں نبوت کا دعویٰ کر کے مسیلہ کذاب کے نام سے پکارا گیا اور محض اس دعویٰ نبوت کی بنا پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جماعت صحابہ کے ہاتھوں سے مع اپنے رفقاء کے قتل کیا گیا۔

فائدہ: مسیلہ کذاب بوقت دعویٰ نبوت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن و اسلام کا منکر نہیں تھا۔ چنانچہ امام الحدیث والتفسیر شیخ ابو جعفر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ مسیلہ نے اپنے مؤذن کو حکم دیا تھا کہ اذان میں برابر اشہد ان محمد رسول اللہ کہا کرے۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبوت کا دعویٰ جائز نہیں بلکہ مطلقاً دعویٰ نبوت بہت سی نصوص قرآنی اور احادیث متواترہ اور جماعی عقیدہ نبوت سے انکار ہے اس لئے باجماع صحابہ مسیلہ کا غیر شرعی نبوت کا دعویٰ بھی کفر و ارتداد سمجھا گیا اور باجماع صحابہ اس پر جہاد کیا گیا، صحابہ کو اس کی اذان و نماز و تلاوت قرآن نے اس کو کافر کہنے سے نہیں روکا۔



قادیا فی مرزا صاحب جن کے دعوے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں یہی نہیں کہ اپنے آپ کو تمام انبیاء سے افضل بتاتے ہیں بلکہ بہت سے انبیاء کی ایسی جگہ خواش توہین کرتے ہیں کہ کسی شریف انسان سے ممکن نہیں بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تو اپنا ترکش خالی کر دیا ہے اور وہ یا زاری گالیاں دی ہیں کہ کوئی مسلمان اسکو سن کر کسی طرح صبر نہیں کر سکتا جس کی تصدیق خود مرزا صاحب کی تصانیف ”ضمیمہ انجام آتم“ اور ”واقع البلاذیر نزول المسیح“ سے ہر شخص کر سکتا ہے، یہ اور اسی قسم کے بہت سے مشرکاتہ دعوے دیکھ کر تمام اسلامی فرقوں کے علمائے متفقہ طور پر اگر ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور ان کی نماز روزہ اور ان کی مزعومہ تبلیغ اسلام کی پروا نہ کی تو بلاشبہ اسوہ صحابہ کی پیروی کی، ان پر اس میں کوئی ملامت نہیں کی جاسکتی۔

وقد نبی قحطان جس کے امیر زید الخلیل تھے۔ یہ بھی سب کے سب حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

وقد نبی الحارث ان میں خالد بن الولید بھی تھے جو مع اپنے رفقاء کے مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح نبی اسد، نبی محارب، ہمدان، عسان وغیرہ

کے وفد کچھ حاضری سے پہلے اور کچھ بعد میں مسلمان ہوئے۔ جمیر کے مختلف سردار جو اپنی اپنی جماعت کے بادشاہ سمجھے جاتے تھے، ان کی طرف سے قاصد یہ خبر لائے کہ ان سب نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا اور اسی طرح پیادہ و سوار و قود حاضر ہو کر اسلام لائے رہے، یہاں تک کہ سلمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان تھے اور جو لوگ اس حج میں حاضر نہیں تھے ان کی تعداد بھی اس سے کئی گنی تھی۔

صدیق اکبر کا امیر حج ہوتا غزوہ تبوک کے بعد یقیناً ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر حج بنا کر مکہ معظمہ روانہ فرمایا۔

# سلسلہ حجۃ الاسلام

۲۵ ذیقعدہ سلسلہ روز شنبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے، صحابہ کی بھی عظیم الشان جمعیت ساتھ ہوئی جس کی تعداد ایک لاکھ سے زائد منقول ہے، مدینہ منورہ سے چھ میل پر بمقام ذوالخليفة احرام باندھا۔ ۴ ذی الحجہ کو بروز شنبہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور حسب قواعد شرعیہ حج ادا فرمایا۔

نویں تاریخ کو عرفات تشریف لیا کر آپ نے ایک مفصل اور بلیغ خطبہ عرفات خطبہ عرفات دیا، جو نصائح اور حکم سے بھرا ہوا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری پیغام تھا، خصوصاً اس کے مندرجہ ذیل ارشادات ہر مسلمان کو اپنے صفحہ اول پر لکھ لینا چاہئیں:

”اے لوگو! میرا کلام سنو، تاکہ میں تمہارے لئے ضروری امور کو بیان کر دوں  
نہ معلوم کہ آئندہ سال پھر میں تم سے مل سکوں یا نہیں“

اس کے بعد فرمایا:

”مسلمانوں کی جان و مال و آبرو تم پر قیامت تک اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن (عرفہ) اس مہینہ (ذی الحجہ) اور اس شہر (مکہ) کی حرمت ہے اس لئے جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ اس کی امانت واپس کر دے“

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! تمہاری عورتوں کے تم پر کچھ حقوق ہیں اور ان پر تمہارے حقوق ہیں  
اے لوگو! مسلمان سب بھائی بھائی ہیں، کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا مال بغیر  
اس کی خوشی کے حلال نہیں، میرے بعد تم پھر کافر نہ ہو جاؤ، کہ ایک دوسرے کی

گردنیں مارتے لگو، اس لئے کہ میں نے تمہارے لئے اپنے بعد خدا کی کتاب  
 چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کے احکام کو مضبوطی سے پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے“  
 پھر ارشاد فرمایا:

”لئے لوگو! تمہارا پروردگار ایک نبی ہے اور تمہارے باپ ایک ہیں تم آدم علیہ السلام  
 کی اولاد ہو، اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے، تم میں سب عزت والا  
 وہ ہے جو متقی ہو، کسی عربی کو کسی عجمی پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی  
 یاد رکھو کہ میں تبلیغ کر چکا اور یا اللہ تو گواہ ہے کہ میں تبلیغ کر چکا، حاضرین کو  
 چاہئے کہ یہ کلمات غائبین کو پہنچادیں“  
 حج سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس روز تک مکہ معظمہ میں مقیم رہ کر مدینہ  
 طیبہ واپس ہوئے۔

اللہ

## سریہ اسامہ اور مرض و وفات

سریہ اسامہ | مکہ معظمہ سے واپسی کے بعد ۲۶ صفر ۱۰ھ بروز شنبہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ جہا دروم کے لئے تیار فرمایا جس  
 میں صدیق اکبرؓ اور قاروق اعظمؓ اور ابو بلیدہ جیسے اکابر شامل تھے مگر اس سریہ کے  
 امیر حضرت اسامہؓ مقرر ہوئے اور یہ آخری لشکر تھا جس کی روانگی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے خود انتظام فرمایا تھا یہی روایت ہے ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیمار شروع ہو گیا۔  
 آپ کا مرض و وفات | ۲۸ صفر ۱۰ھ چہار شنبہ کی رات میں آپ نے قبرستان  
 بقیع غزق میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لئے دعائے

منفرت کی اور فرمایا "اے اہل مقابر تمہیں اپنا یہ حال اور قبروں کا قیام مبارک ہو، کیونکہ اب دنیا میں تاریک فتنے ٹوٹ پڑے۔ وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا، اور پھر سجا رہو گیا اور یہ سجا رہ صحیح روایات کے موافق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی، اسی عرصہ میں آپ اپنے دستور کے مطابق ہر روز ازواج مطہرات کے حجروں میں منتقل ہوتے رہے۔ جب آپ کا مرض طویل اور سخت ہو گیا تو ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ ایام مرض میں صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہیں۔ سب نے اجازت دے دی۔

رفتہ رفتہ مرض اتنا برپا ہوا کہ آپ مسجد تک بھی  
**صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت** | تشریف نہ لاسکے تو ارشاد فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو نماز پڑھائیں حضرت صدیق رہنے تقریباً سترہ نمازیں پڑھائیں، پھر ایک روز اتفاقاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی ایک مجلس پر گزرے تو وہ سب دور رہے تھے۔ سبب پوچھا تو کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کو یاد کر کے دور رہے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خیر آپ کو بھی پہنچا دی۔ یہ سن کر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل کے کاندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے باہر تشریف لائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگے آگے تھے، آپ منبر پر چڑھے لیکن نیچے ہی سیرٹھی پر جلوہ افروز رہے اور اوپر نہ چڑھ سکے اور مبلغ خطبہ دیا، جس کے بعض کلمات یہ ہیں۔

اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے  
**آخر الانبیاء کا آخری خطبہ** | نبی کی موت سے ڈر رہے ہو، کیا مجھ سے

پہلے کوئی نبی ہمیشہ رہا ہے جو میں رہتا، ہاں میں اپنے پروردگار سے ملنے والا ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو، ہاں تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے، پس جو شخص کہ یہ پسند کرے کہ بروز قیامت اس حوض سے سیراب ہو تو



اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو لایعنی اور بے ضرورت باتوں سے روکے، میں تمہیں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک اور اتحاد کی وصیت کرتا ہوں اور ارشاد فرمایا کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے حکام اور بادشاہ ان کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور جب وہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ بے رحمی کرتے ہیں (دروس السیرۃ الحمید) اس کے بعد مکان میں تشریف لے گئے اور وفات سے پانچ یا تین روز پہلے پھر ایک مرتبہ باہر تشریف لائے۔ سر مبارک بندھا ہوا تھا حضرت صدیق اکبرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ چھپے بیٹھے گئے، آپ نے ہاتھ کے اشارے سے منع فرمایا اور خود ابو بکر صدیقؓ کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ نماز کے بعد مختصر خطبہ دیا جس کے دوران فرمایا۔

”ابو بکرؓ سب سے زیادہ میرے محسن ہیں اور اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بنانا تو ابو بکرؓ کو بنانا، لیکن چونکہ خلیل خدا کے سوا کوئی نہیں اس لئے ابو بکرؓ میرے بھائی اور دوست ہیں“

اور فرمایا:

”مسجد میں جتنے لوگوں کے دروازے ہیں وہ سب سوائے ابو بکرؓ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں“ صحیح بخاری مع فتح الباری ص ۲۵۶ ج ۱

حدیث ابن جہان نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس حدیث میں صاف اشارہ ہے کہ آپ کے بعد صدیق اکبرؓ ہی خلیفہ ہیں۔

فتح الباری پ ۲۳ ص ۲۵۶ اس کے بعد دوسری ریح الاول و ثانیہ کے روز

۱۰ صیحیح یہ ہے کہ ظہر کی نماز تھی، فتح الباری ص ۱۰۶ ہندی

۲ صیحیح روایت کے موافق اس وقت آپ ہی امام تھے، صدیق اکبرؓ اور تمام جماعت آپ کی مقتدی تھی البتہ صدیق اکبرؓ بندہ آواز سے تکبیر کہتے جاتے تھے (مشکوٰۃ باب متابعۃ الامام) ۱۲ منہ

لوگ صبح کی نماز حضرت صدیق رحمہ کے پیچھے پڑھ رہے تھے کہ یکایک آپ نے حضرت عائشہ رحمہ کے حجرے کا پردہ کھول کر لوگوں کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔ صدیق اکبر رحمہ یہ دیکھ کر پیچھے مٹھنے لگے اور خوشی کی وجہ سے صحابہ کے قلوب نماز میں منتشر ہونے لگے

در نمازم غم ابروئے تو چوں یاد آمد

حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

آپ نے ان کو ہاتھ سے ارشاد فرمایا کہ نماز پوری کرو اور خود اندر تشریف لے گئے اور پردہ چھوڑ دیا اور اس کے بعد پھر باہر تشریف نہیں لائے، اسی روز ظہر کے بعد اس عالم سے انتقال فرما کر رفیق اعلیٰ کے ساتھ واصل ہوئے۔ فانما شد و اتا الیہ راجعون صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تشریف تالیف (۶۳) برس تھی یہ

حضرت عائشہ رحمہ فرماتی ہیں کہ اس مرض کے دوران میں آپ کے آخری کلمات

کبھی کبھی آپ کا چہرہ مبارک سے چادر اٹھا کر فرماتے تھے کہ یہود و نصاریٰ پر اس لئے خدا کی لعنت آئی ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔ غرض یہ تھی کہ مسلمان اس سے بچیں (بخاری ص ۱۰۵)

آہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری لمحات میں جس چیز سے ڈرایا تھا وہ

لے تاریخ وقات میں مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور یہی جمہور مورخین کہتے چلے آئے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وقات نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ بھی متفق علیہ اور یقینی امر ہے کہ وقات دو شنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا حج ۹ رذی الحج روز جمعہ کو ہوا ان دونوں باتوں کے ملنے سے ۱۲ ربیع الاول روز دو شنبہ نہیں پڑتی اس لئے حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخ وقات دوسری ربیع الاول ہے کتابت کی غلطی سے (۲ کا ۱۲) اور عربی عبارت میں ثانی شہر ربیع الاول کا ثانی عشر ربیع الاول ہی ہے۔ حافظ منگلانی نے بھی دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ واما علم

ڈرایا تھا وہ بھی آج مسلمانوں نے نہ چھوڑا، اور اولیاء و صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا (نور دین اللہ) حضرت صدیقہ رضی فرماتی ہیں کہ قریب وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھت کی طرف دیکھتے اور فرماتے تھے۔

یعنی یا اللہ میں رفیق اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں۔ بعض روایات میں ہے کہ آخری لمحات حیات میں زبان رسالت پر "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" کے کلمات جاری رہے۔

(مختصر تفسیر الکبریٰ)

وفات کی خبر صحابہ میں شائع ہوئی تو گویا سب کی عقلیں اڑ گئیں۔ فاروق اعظم رضی

جسے حلیل القدر صحابی فرط غم سے آپ کی موت کا انکار کرتے لگے، صدیق اکبر رضی اس وقت

تشریف لائے تو ایک مختصر سا خطبہ دیا جس میں لوگوں کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ جو شخص

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو سن لے کہ آپ وفات پا گئے اور جو اللہ تعالیٰ

کی عبادت کرتا تھا تو سمجھ لے کہ وہ حی قیوم آج بھی زندہ ہے! یہ سن کر صحابہ کو کچھ ہوش آیا

پھر چونکہ آپ کے بعد خلیفہ کا قائم کرنا سب سے پہلا اور مقدم کام تھا کیونکہ دوسرے

دینی و دنیوی معاملات کے خلیل اور بیرون و اندرون دشمنوں کے حملے کے علاوہ خود آپ

کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی خلیفہ کا قائم کرنا ضروری سمجھا اور اس قضیہ کے طے ہونے

میں کچھ دیر ہوئی اور اسی پیر کے دن سے بدھ کی رات تک توقف ہوا بدھ کی رات میں حضرت

علی رضی اور حضرت عباسؓ وغیرہ نے آپ کو غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ قبر

شریف، حدیث شریف کے موافق صدیقہ عائشہ رضی کے حجرہ میں اسی جگہ کھودی گئی جہاں وفات

ہوئی تھی۔ ابو طلحہ رضی نے قبر کھودی اور حضرت علی رضی و عباس رضی نے قبر میں رکھا، آپ کی

لے بہت ہی نے بروایت صدیقہ نقل کیا ہے کہ آخرین لمحو حیات میں زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے الصلوٰۃ

وما ملکت ایمانکم یعنی نماز کا اور ان لوگوں کے حقوق کا بڑا خیال رکھو جو تمہارے قبضہ میں ہیں

لے حافظ نے اس قول کو ترجیح دی ہے (فتح الباری ص ۱۰۶) اور ابو طلحہ رضی نے فرمایا

قر شریف ایک بالشت اونچی رکھی گئی۔ سیرت نبوی کو مختصراً بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اخلاق کو بیان کرنا کچھ حصہ مختصراً بیان کر دیا جائے، شاید خداوند کریم ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے وَاذْكُرْ عَلٰی اللّٰهِ بِعَزٰوَتِهِ۔

## آپ کے اخلاق و خصائل و معجزات

**اخلاق شریفہ** | آپ سب سے زیادہ شجاع و بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے، جب کبھی آپ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو فوراً عطا فرمادیتے تھے، سب سے زیادہ حلیم و بردبار تھے یہاں تک کہ صحابہ نے کفار کی ایک قوم کے متعلق آپ سے عرض کیا کہ ان کے متعلق بددعا فرمائیے، آپ نے فرمایا کہ میں رحمت ہو کر آیا ہوں، عذاب بن کر نہیں آیا، آپ کا دماغ مبارک شہید کیا گیا۔ مگر اس وقت بھی ان کے لئے دعائے مغفرت ہی فرماتے تھے۔

آپ سب سے زیادہ حیادار تھے، آپ کی نگاہ کسی کے چہرے پر نہ ٹھرتی تھی۔ اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے انتقام نہ لیتے تھے اور نہ غصہ ہوتے تھے، ہاں جب حدودِ خداوندی پر دست اندازی کی جاتی تو غصہ آتا تھا، اور جب غصہ آتا تھا تو پھر آپ کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا۔ جب آپ کو دو کاموں میں اختیار دیا تو ہمیشہ ان میں سے آسان کو اختیار فرمایا۔ تاکہ امت کے لئے سہولت ہو، آپ نے کسی کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا۔ البتہ اگر مرغوب ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے آپ تکیہ لگا کر نہ کھاتے اور نہ میز پر بیٹھ کر کھاتے تھے، نہ سینی پر، اور نہ کبھی آپ کے لئے پیلی چپاتی پکائی گئی۔ گڑھی، خرپوزہ کو بھور کے ساتھ کھایا کرتے تھے، شہد



اور تمام شیریں چیزوں کو طبعاً پسند فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، آپ کے گھر والوں پر دو دو مہینے صاف اس طرح گزر جاتے تھے کہ چوٹھے میں آگ جلانے کی بھی نوبت نہ آتی تھی بلکہ صرف چھوڑوں اور پانی پر گذر ہوتی تھی۔

آپ اپنا جوتا خود سی لیتے اور کپڑے میں پیوند خود لگاتے تھے۔ اپنے اہل بیت کے کاروبار میں رہتے تھے، مرغنوں کی عیادت کرتے تھے، جب کوئی آدمی آپ کو دعوت دیتا، خواہ وہ امیر ہو یا مغل، اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، کسی مغل کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہ جانتے تھے اور کسی بڑے سے بڑے بادشاہ سے اس کے ملک کی وجہ سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ اپنے پیچھے اپنے غلام وغیرہ کو سوار کر لیتے تھے۔ موٹے کپڑے پہنتے تھے اور گھٹے ہونٹے جوڑتے پہن لیتے تھے۔ سفید کپڑے آپ کو سب سے زیادہ پسند تھے۔

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور بے کار باتوں سے اجتناب فرماتے تھے۔ نماز کو طویل اور خطبہ مختصر پڑھتے تھے، غلاموں اور مفلسوں کے ساتھ چلنے پھرنے سے پرہیز نہ فرماتے تھے، کبھی کبھی تنہی اور خوش طبعی کی باتیں فرماتے لیکن اس وقت بھی واقعہ کے خلاف نہ بولتے تھے۔ تمام انسانوں سے زیادہ خندہ پیشانی اور خوش خلق تھے، عذر خواہ کا عذر قبول فرما لیتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ کا خلق قرآن مجید تھا۔ یعنی جس چیز کو قرآن پسند کرتا۔ اس کو آپ بھی پسند فرماتے اور جس کو قرآن پسند نہ کرتا تھا اس کو آپ بھی ناپسند فرماتے تھے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی خوشبو سے بہتر کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگی۔

**معجزات** | ونبوی بادشاہ جب کسی کو اپنی طرف سے کسی صوبہ کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجتے ہیں تو اس کے ساتھ کچھ نشانیاں دی جاتی ہیں کہ جن کو دیکھ کر لوگوں کو اس کی گورنری کا یقین آجائے، مثلاً کچھ حشم و خدام اور فوج اور وہ تمام اختیارات جن کو عام رعایا نافذ نہیں کر سکتی اسی طرح خدائے تعالیٰ کے رسول جب دنیا میں آتے ہیں تو ان کے ساتھ صدق و دیانت اور خُش خلقی اور جملہ کمالات بشریہ کی نشانیوں کے ساتھ ایک قوتِ قاہرہ بھی ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے معاندین کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ اسی قوتِ قاہرہ اور فوق العادت اختیارات کا نام معجزات اور خرقِ عادت ہے۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تعداد اور کیفیت کے لحاظ سے بھی تمام انبیائے سابقین سے افضل ہیں اور زائد ہیں۔

پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی مقدس ہستیوں تک محدود تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن آج بھی ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری قوتیں اور جن و انس عاجز ہیں، اس کے علاوہ چاند کے دو ٹکڑے کر دینا انگلیوں سے پانی جاری ہونا۔ گنگریوں کا تیسرے پر پھٹنا، لکڑی کے ستون کا رونا اور نخل کا آپ کو سلام کرنا، درختوں کا بلانا اور ان کا آنا جانا، ہزاروں پیشین گوئیاں کا آفتاب کی طرح صادق ہونا وغیرہ وغیرہ۔

ہزاروں معجزات ہیں جو نہ صرف آیات اور صحیح احادیث میں وارد ہیں بلکہ کفار کی شہادت سے بھی ثابت ہیں جن کو علمائے متقدمین و متاخرین نے مستقل تصنیفوں میں ثابت کیا ہے۔

علامہ سیوطی کی خصائص کبریٰ اور متاخرین میں رسالہ الکلام المبین اردو اور معنیوں میں لکھے گئے ہیں مگر اس مختصر رسالہ میں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے اس پر

اکتفا کیا جاتا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
 مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا  
 عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ  
 آخر میں مناسب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند کلمات نصیحت بھی  
 لکھے جاویں اور ان کا مستقل نام جوامع الکلم ہے۔  
 وَاخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط

بندہ محمد شفیع

ولیوبندی غفرلہ ووالدنیہ و مشائخہ



# جَوَامِعُ الْكَلِمِ

## چہل حدیث

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری امت کے فائدے کے واسطے دین کے کام کی چالیس حدیثیں سناوے گا اور حفظ کرے گا خدا تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عالموں اور شہیدوں کی جماعت میں ٹھادے گا اور فرمائے گا کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جاؤ۔  
عظیم الشان ثواب کے لئے سینکڑوں علمائے امت نے اپنے اپنے طرز میں چہل حدیث لکھیں جو مقبول و مفید عام ہوئیں۔

میری حیثیت اور حوصلہ سے بہت زیادہ تھا کہ اس میدان میں قدم رکھتا، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانح عمری "سیرت خاتم الانبیاء" اس غرض سے

۱۱ رواہ ابن عدی عن ابن عباس وابن الجبار ابی سعید کذا فی الجامع لاصغر

۱۲ منہ ۱۲ حفظ حدیث کے دو طریقے ہیں زبانی یاد کر کے لوگوں کو پہنچا دے یا لکھ کر شائع

کر دے، اس لئے وعدہ حدیث میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو چہل حدیث طبع کر کے شائع کرتے ہیں

اس صورت میں چہل حدیث کا ہر نسخہ اس عظیم الشان ثواب کا مستحق بنا دیتا ہے اس قدر سہل الزمواں

اور عظیم الشان ثواب سے بھی اگر کوئی محروم رہے تو اس کی قسمت سراج المنیر شرح جامع صغیر

میں اس مضمون کو عبارت ذیل میں ادا کیا ہے فلو حفظ فی کتاب ثم نقل الی النفس دخل

فی وعد الحدیث ولو کتبها عشرین کتابا ۱۲ منہ



لکھی کہ مبتدیوں اور عورتوں کو پڑھائی جائے تو مناسب معلوم ہوا کہ انہیں کچھ احادیث کے مختصر جملے بھی درج کئے جائیں جن کو مبتدی بھی یاد کر سکیں۔

اس ذیل میں خیال آیا کہ پوری چالیس حدیثیں نقل کر دی جائیں تاکہ اس کے یاد کرنے والے چہل حدیث کے عظیم الشان ثواب کے بھی مستحق ہو جائیں، اور شاید ان کی برکت سے یہ سراپا گناہ بھی ان بزرگوں کے خدام میں شمار ہو جائے  
وما ذاک علی اللہ بعزیز

تنبیہ:

- (۱) یہ احادیث سب نہایت صحیح اور قوی، بخاری و مسلم کی حدیثیں ہیں۔
- (۲) چونکہ آج کل عام طور پر مسلمانوں کی اخلاقی حالت زیادہ تباہ ہوتی جا رہی ہے اور بچپن میں تعلیم اخلاق موثر بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اکثر احادیث وہی درج کی ہیں جو اعلیٰ اخلاق اور تہذیب و تمدن کے ذریعے اصول ہیں۔

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱) إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (بخاری و مسلم) — مارے عمل نیت سے ہیں۔

(۲) حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ تَحْسُّنُ رَدِّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْبَرِّيفِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ (بخاری و مسلم)  
ترغیب) — مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ مرضی کی مزاج پر سی کرنا۔ جنازہ کے ساتھ جانا۔ اس کی دعوت قبول کرنا۔ چھینک کا جواب یرسٹک اللہ کہہ کر دینا۔

(۳) لَا يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ (بخاری و مسلم) — اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے۔

(۴) لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَاتٌ (بخاری و مسلم) — چغلموڑ حنت میں نہ جائے گا۔

(۵) لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ (بخاری و مسلم) — رشتہ قطع کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔

(۶) أَلْظَلَمُ ظُلُمَاتٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بخاری و مسلم) — ظلم قیامت کے روز اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

(۷) مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الزَّارِ فِي النَّارِ (بخاری و مسلم) — ٹخنوں کا جو حصہ پاٹھام کے نیچے رہے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

۷ یعنی اسی نیت سے اچھے اور بری نیت سے برے ہو جاتے ہیں ۱۲ من

(۸) الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ (بخاری مسلم) —

مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے مسلمان محفوظ رہیں۔

(۹) مَنْ يَحْرُمُ الرِّفْقَ يَحْرُمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ (بخاری مسلم) —

جو شخص نرم بات سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا۔

(۱۰) لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ

عِنْدَ الْغَضَبِ (بخاری مسلم) — پہلوان وہ شخص نہیں جو لوگوں کو پچھار دے

بلکہ پہلوان وہی شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

(۱۱) إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ قَاصِتَعُ مَا سِثَّتِ (بخاری مسلم) — جب تم

حیا نہ کرو تو جو چاہو کرو۔

(۱۲) أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ (بخاری مسلم) —

اللہ کے نزدیک سب عملوں میں وہ زیادہ محبوب ہے جو دائمی ہو اگرچہ معمولی ہو۔

(۱۳) لَا تَدْخُلُ الْمَلَكَةُ بَيْتًا قَبْلَ أَنْ تَصَوِّرَ (بخاری مسلم) —

اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے جس میں کیا یا تصویریں ہوں۔

(۱۴) إِنْ مِنْ أَحَبَّكُمْ إِلَى أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا (بخاری مسلم) —

تم میں وہ شخص میرے نزدیک محبوب ہے جو زیادہ خلیق سے سب سے زیادہ

(۱۵) أَلَدُنِّيَا سَجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ (بخاری مسلم) —

دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

(۱۶) لَا يَجِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ (بخاری مسلم) —

مسلمان کے لئے معطل نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے

قلع تعلق رکھے۔

۱۵ یعنی جب خیال ہی نہیں تو ساری برائیاں برابر ہیں ۱۲ منہ سے

(۱۷) لَا يَدْعُ الْمَرْءُ مِنْ بَحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ (بخاری و مسلم) —  
انسان کو ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔

(۱۸) أَلْفَغِي غَنَى النَّفْسِ (بخاری و مسلم) — حقیقی غنا و دل کا غنا ہوتا ہے

(۱۹) كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِدٌ لِسَبِيلِ (بخاری شریف)  
دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا رگنڈر رہتا ہے۔

(۲۰) كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم از مشکوٰۃ)  
انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو بات سنے (بغیر تحقیق کے)

لوگوں سے بیان کرنا شروع کر دے۔

(۲۱) عَمُّ الرَّجُلِ صِنُّ أَبِيهِ (بخاری و مسلم) — آدمی کا چچا اس کے

باپ کے مانند ہے۔

(۲۲) مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بخاری و مسلم) —

جو کسی مسلمان کے عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیب چھپائے گا۔

(۲۳) قَدْ أَقْلَمَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كِفَايَةً وَقَنَّعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ

(مسلم) — وہ شخص کامیاب ہے جو اسلام لایا اور جس کو بقدر کفایت رزق مل گیا

اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی روزی پر قناعت دے دی۔

(۲۴) أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَصُورُونَ (بخاری و مسلم) —

سب سے سخت عذاب میں قیامت کے روز تصویر بنانے والے ہوں گے۔

(۲۵) الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ (مسلم) — مسلمان مسلمان کا

بھائی ہے۔

۱۔ یعنی جس سے ایک مرتبہ نقصان پہنچتا ہے پھر دوبارہ اس کے پاس نہیں جاتا

۲۔ یعنی زیادہ ٹھاٹھ نہ بناؤ۔



(۲۶) لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (بخاری و مسلم)

کوئی بندہ اس وقت تک پورا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۲۷) لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ بَجَارَةِ بَوَائِقِهِ (مسلم)

وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ رہے۔

(۲۸) أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (بخاری و مسلم)

میں آخری پیغمبر ہوں میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

(۲۹) لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا

وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا (بخاری) ————— ایسے میں قطع تعلق نہ کرو

اور ایک دوسرے کے درپے نہ ہو اور ایسے میں بغض نہ رکھو اور حسد نہ رکھو اور اے اللہ کے بندو سب بھائی بھائی ہو کر رہو۔

(۳۰) إِنْ أَسْلَمَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَإِنَّ الْهَجْرَةَ يَهْدِمُ مَا

كَانَ قَبْلَهَا وَإِنَّ الْحَيْجَةَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ (مسلم مشکوٰۃ)

اسلام ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتا ہے جو پہلے کے تھے اور ہجرت اور حج ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتے ہیں جو اس سے پہلے کے تھے۔

(۳۱) الْكِبَايُرُ إِلَّا شُرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ

النَّفْسِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ (بخاری و مسلم از مشکوٰۃ) ————— کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ

کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور کسی کو بے گناہ قتل کرنا اور جھوٹی

شہادت دینا ہے۔

(۳۲) مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبِيَّةً مِّنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ

اللَّهِ عَنْهُ كُرْبًا مِّنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ نَفَسَ عَلَىٰ مُعْسِرٍ

يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرْتُ مُسْلِمًا سِتْرَهُ  
 اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عُرُونِ الْعَبْدِ مَا كَانَ  
 الْعَبْدُ فِي عُرُونِ أَيْحِيهِ ————— جو شخص کسی مسلمان کو دنیاوی مصیبت  
 سے چھڑائے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی مصیبتوں سے چھڑا دے گا اور جو شخص  
 کسی مفلس غریب پر (معاظہ میں) آسانی کرے، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں  
 آسانی کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی پردہ  
 پوشی کرے گا۔ اور جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے گا۔ اللہ  
 تعالیٰ اس کی مدد میں لگا رہے گا۔ (مسلم از مشکوٰۃ)

(۳۳) أَبْغَضُ الرِّجَالِ عِنْدَ اللَّهِ الْأَلْدُ الْخَصِمُ (بخاری مسلم)  
 اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض جھگڑالو آدمی ہے۔

(۳۴) كُلُّ يَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مسلم) ————— ہر ایک بدعت  
 گمراہی ہے۔  
 (۳۵) الظُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ (مسلم) ————— پاک رہنا  
 اُدھا ایمان ہے۔

(۳۶) أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا (مسلم) ————— اللہ تعالیٰ  
 کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب جگہ مسجدیں ہیں۔  
 (۳۷) لَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ (مسلم) ————— قبروں کو  
 سجدہ گاہ نہ بناؤ۔

(۳۸) لَتُسَوَّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وَجْهِكُمْ (مسلم)  
 ————— نماز میں اپنی صفوں کو سیدھا کر دو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں اختلاف  
 ڈال دے گا۔

(۳۹) مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (مسلم)

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔

(۴۰) إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنَّيِّبِ (مسلم) — سب اعمال

کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

الْمَخْصُوصِ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَخَوَاصِ الْحِكْمِ

وَاجْرُدْ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

العبد الضعيف محمد شقيق عمقا لله عنه وفقه لنا يجب ويرضاه

اشاعت اسلام کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر امید ہے کہ آپ اس کتاب

کو تو مطالعہ کرنے کے بعد دوسروں کو بھی مستفید فرمائیں گے یا نزدیک کسی

لائبریری میں دیدیں گے تاکہ زیادہ لوگ فائدہ حاصل کر سکیں۔

تاریخ اشاعت

۱۴۰۰ھ

۱۴۰۲ھ

۲۵۰۰

۱۰۰۰

باہتمام

اشرف پبلیکیشنز

اشرف منزل ۵/۴۳ - گارڈن ایٹ - نزد سبیلہ چوک

کراچی نمبر ۵ - فون: ۴۶۴۸۸۱

محمد شاقی

اشرف پبلیکیشنز



تذکرہ حضرت امام احمد رضا رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب مدظلہ العالی